ہفت روزہ ''القلم'' کی خصوصی اشاعت ''جہاد فی سبیل اللہ''
میں شائع ہونے والے بیش قیمت مضامین

تحفۂ جہاد

ایمان افروز، نظریہ ساز، ولولہ انگیز، سبق آموز.....اور
جہادی علوم کا بے بہا خزانہ

ناشر: دارالقلم

ہفت روزہ ''القلم'' کی خصوصی اشاعت ''جہاد فی سبیل اللہ''

میں شائع ہونے والے بیش قیمت مضامین

ایمان افروز، نظریہ ساز، ولولہ انگیز، سبق آموز.....اور

جہادی علوم کا بے بہا خزانہ

تحفہ جہاد

ناشر:

دارالقلم

www.alqalamonline.com

Email: webmaster@alqalamonline.com

فہرست مضامین

(۱).....ایک بدنصیب گروہ.....6

(۲).....اے میری قوم!.....17

(۳).....عقل ونقل.....23

(۴).....معلم جہاد ﷺ 33

(۵).....رفعتوں کے پاسباں.....39

(۶).....جہاد پر استقامت.....43

(۷).....سب سے بڑی دلیل.....48

(۸).....قرآن وحدیث اور جہاد.....61

(۹).....معارف جہاد.....امیر المجاہدین حفظہ اللہ کی منتخب تحریرات.....70

(۱۰).....معارف جہاد.....اکابر علماء دیوبند کی منتخب تحریرات.....80

(۱۱).....شہادت کیا ہے؟.....95

(۱۲).....چہل احادیثِ جہاد.....102

عرض ناشر

اسلامی صحافت کا علمبردار، دعوت جہاد کا منادا ور مسلم امہ کا ترجمان ہفت روزہ ''القلم'' صرف ایک خبار کا نام نہیں..... بلکہ ایک نظریہ، ایک دعوت، ایک تحریک اور عزیمت وجرأت کی انمٹ داستان کا نام ہے۔

اس اخبار نے امت مسلمہ کو بہت کچھ دیا ہے۔ جی ہاں!

قرآن وسنت کی سچی ترجمانی..... آقامدنی ﷺ کی پیاری سنتوں کی خوشبو اوران پر عمل کی دردمندانہ ترغیب..... فتنوں کی نشاندہی اور ان سے بچاؤ کے نسخے..... پیارے آقامدنی ﷺ اوران کے جانثار صحابہ کرام کا دلآویز معطر تذکرہ..... شہداء کا پیغام..... غازیوں کے جذبات..... اسیران اسلام کا درد..... امت کی اجتماعی بے حسی کا نوحہ..... نماز، روزہ، حج، زکوۃ، قتال فی سبیل اللہ اور دیگر اسلامی احکام سے مکمل آگاہی..... الغرض ''القلم'' ایک داعی، مبلغ، معلم، واعظ اور بے لاگ تجزیہ نگار ہے۔

القلم کے اعزازات میں وہ خصوصی اشاعتیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں جن کے ذریعے دعوت وجہاد اور سیرت واذکار کی خوشبو چہار دانگ عالم پھیلائی گئی اوران میں اکابر اہل علم اور شہداء اسلام کے معطر تذکروں کی محفل سجائی گئی..... یہ خصوصی

شمارے علم وحکمت اور معارف وحقائق کا بہترین خزانہ ہیں۔

انہی خصوصی اشاعتوں میں ایک ''جہاد فی سبیل اللہ'' نمبر بھی ہے جس نے اپنی اشاعت ومقبولیت کا ریکارڈ قائم کیا تھا اور اب تک قارئین میں اس کی طلب موجود ہے۔ اسی طلب اور افادہ عام کی غرض کے پیش نظر اس خصوصی اشاعت میں شامل تمام متعلقہ مضامین جمع کر کے زیر نظر کتاب میں یکجا کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیے جارہے ہیں۔

امید ہے ہمارے قارئین کو یہ کاوش پسند آئے گی اور وہ اس جہادی سوغات سے خود بھی زیادہ سے نفع اٹھائیں گے اور اس کی ترویج واشاعت میں بھرپور کوشش کریں گے۔ دعوت جہاد کے علمبرداروں کے لئے یہ ایک انمول خزانہ ہے۔ اس میں جہاد کے موضوع پر وہ سب کچھ ہے جس کی ایک داعی اور مسلمان کو اس میدان میں ضرورت پیش آتی ہے۔

اور اس پیشکش کے بعد ''القلم'' کی دیگر خصوصی اشاعتوں کو بھی کتابی شکل میں شائع کرنے کے منصوبے پر کام ہورہا ہے۔ ان شاء اللہ دیگر اس قسم کے خزینے بھی آپ تک پہنچیں گے۔ تمام قارئین سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

اراکین ادارہ ہفت روزہ ''القلم''

ایک بدنصیب گروہ

رنگ ونور.....سعدی کے قلم سے

اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ.....ہمیں ''جہاد فی سبیل اللہ'' جیسی عظیم الشان نعمت عطاء فرمائی..... بے شک جہاد بہت بڑی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے..... اللہ اکبر کبیرا.....عزت کی زندگی اور شہادت کی موت..... ایک مسلمان کو اور کیا چاہئے؟.....آج نہ جہاد کے دلائل لکھنے ہیں اور نہ فضائل.....الحمدللہ دلائل اور فضائل آج کے اخبار میں آپ کو بہت ملیں گے جو دوسرے رفقاء کرام نے لکھ دیئے ہیں.....اللہ تعالیٰ ان سب کا لکھنا قبول فرمائے.....دراصل جہاد کا مسئلہ بہت واضح ہے..... جہاد والا کام تو فرشتوں کے ذمے تھا پھر اللہ پاک نے انسانوں پر احسان فرمایا اور انہیں جہاد والا کام دے دیا.....اور پھر اس امت پر خصوصی احسان فرمایا کہ جہاد کو ان کے دین کا حصہ بنا دیا اور اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تلوار دے کر مبعوث فرمایا.....اللہ اکبر کبیرا.....اب وہ دن ہے اور آج کا دن ہے جنت کی حوریں خوب بنتی ہیں، سنورتی ہیں..... اور خوب زیب وزینت کرتی ہیں.....جی ہاں اللہ تعالیٰ کے راستے کے مجاہدین کے لئے.....اور جنت خود مہک رہی ہے.....کافروں نے ایٹم بم بنا کر اسلام کو مٹانے کا خواب دیکھا ہے.....مگر جہاد مسکرا رہا ہے..... جہاد جگمگا رہا ہے، جہاد للکار رہا ہے.....کافروں کے خواب چکنا چور ہو رہے ہیں .....اور شہیدوں کا خون ہر طرف خوشبو بکھیر رہا ہے اللہ پاک نے جہاد کی نعمت دے کر بہت بڑا احسان فرمایا اور جنت کے لمبے راستے کو مختصر فرما دیا..... پہلے یہ نعمت فرشتوں کے پاس تھی اب اس امت کے مجاہدین کے پاس ہے اور فرشتے بھی محروم نہیں ہوئے اب ان کا کام مجاہدین کی مدد کرنا ہے اور میدان جہاد میں

رب کی نصرت بن کر اترنا ہے.....اللہ اکبر کبیرا.....دین کے دشمنوں نے جہاد کے خلاف طرح طرح کے اعتراضات اور شبہات پھیلائے مگر ان کی کوئی بات وزنی نہیں ہے.....قرآن پاک کی آیتوں نے جہاد کے مسئلے کو بالکل واضح کر دیا ہے..... جہاد کا مسئلہ اتنا واضح اور تاکیدی ہے کہ ماضی کے مفسرین اور فقہاء اس پر بحث کرتے رہے کہ اگر خدانخواستہ مسلمانوں پر بڑی گمراہی کا حملہ ہو اور ان کی اکثریت جہاد چھوڑ دے تو سچے اور حقیقی مسلمان اس وقت کس طرح سے فریضۂ جہاد کو ادا کریں گے؟.....امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

کیف یصنع الواحد اذا قصر الجمیع

یعنی اگر کسی جگہ کے تمام لوگ جہاد چھوڑ دیں تو ایک آدمی اس وقت کس طرح سے جہاد کرے؟

پھر اس کا جواب دیتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکالے

(۱) کسی ایک مسلمان قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے، یعنی کسی گرفتار مجاہد کو فدیہ دے کر رہا کرائے یا

(۲) کسی دور دراز کے محاذ پر پہنچ کر خود لڑائی میں حصہ لے یا

(۳) کسی مجاہد کو پورا سامان جہاد دے کر بھیجے۔ (القرطبی)

مقصد یہ ہے کہ چھٹی نہیں ہے، ایک سچے اور حقیقی مسلمان کو کسی نہ کسی طریقے پر جہاد میں حصہ لیتے رہنا چاہئے کیونکہ..... جہاد کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اور جہاد کے بغیر ایمان والی موت نصیب ہونا مشکل ہوتا ہے.....آپ حضرات نے مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ کا نام سنا ہوگا، اہل علم ان کو تابعین کا سردار کہتے ہیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ..... جہاد ہر مسلمان کی اپنی ذاتی اور ایمانی ضرورت ہے کیونکہ جو شخص جہاد اور نیت جہاد کے بغیر مرجائے وہ منافقت کی

موت مرتا ہے پس خود کو منافقت سے اور منافقت والی موت سے بچانا فرض عین ہے.....

مگر اس زمانے کے کچھ نادان لوگوں نے ''ترک جہاد'' کو اپنے گلے کا ہار بنالیا ہے..... وہ کہتے ہیں کہ ابھی جہاد کا وقت نہیں آیا؟..... استغفر اللہ، استغفر اللہ.....

اسلام کا جو فریضہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوگیا، اب اس کو منسوخ یا موقوف کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے، کسی کو بھی نہیں ہے..... پرانے زمانے کے فقہاء اور مفسرین اس پر بحث کرتے تھے، اکیلا آدمی کس طرح سے جہاد کرے جبکہ آج کے نادان واعظ کہتے ہیں کہ ..... جہاد سرکار کا کام ہے، جہاد کی شرطیں پوری نہیں، جہاد کا وقت نہیں آیا..... اور جہاد کی فلاں فلاں قسمیں ہیں.....

اللہ رب العالمین ایسی جھوٹی باتیں کہنے والوں کے شر سے پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے، دراصل یہ لوگ کافروں کی طاقت سے مرعوب ہیں اور اللہ پاک کے لئے جان دینا نہیں چاہتے..... غزوۂ تبوک کے موقع پر جو منافق جہاد کے لئے نہیں نکلے تھے ان کے بارے میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

فکانوا کالآئسین من الفوز بالغنیمة بسبب انهم کانوا یستعظمون غزو الروم فلهذا السبب تخلفوا. (تفسیر کبیر)

یعنی یہ لوگ رومیوں کی طاقت کو بہت بڑا (ناقابل تسخیر) سمجھتے تھے اور ان کے مقابلے میں کامیابی سے گویا بالکل مایوس تھے۔

ایک اور جگہ امام رازیؒ نے مسلمان اور منافق کا فرق لکھا ہے کہ مسلمان تو جہاد کا نام اور اعلان سن کر جہاد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں جبکہ منافق طرح طرح کے بہانے تراشنے لگتے ہیں کہ کس طرح سے جہاد سے بچ جائیں:

والمقصود من هذا الكلام تمييز المومنين من المنافقين فان المومنين متى امروا بالخروج الى الجهاد تبادروا اليه ولم يتوقفوا والمنافقون يتوقفون ويتبلدون ويأتون بالعلل والاعذار. (تفسیر کبیر)

پس معلوم ہوگیا کہ..... جہاد کے خلاف جولوگ طرح طرح کے دلائل لاتے ہیں وہ دلائل نہیں ہوتے صرف شیطانی وسوسے اور نفسانی بہانے ہوتے ہیں..... جب آقا مدنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تلوار لے کر میدان جہاد میں لڑنے بار بار تشریف لے گئے تو بات ہی ختم ہوگئی..... جہاد کے معنیٰ بھی معلوم ہوگئے اور جہاد کی اہمیت بھی.....اگر جہاد اہم نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب وحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں زخمی نہ ہونے دیتا.....آج کی مجلس کے شروع میں عرض کیا ہے کہ آج نہ جہاد کے دلائل بیان کرنے ہیں اور نہ فضائل، بلکہ آج آپ سب کے ساتھ ایک ''دعاء'' کا تبادلہ (مبادلہ) کرنا ہے..... یہ ایک ضروری دعاء ہے جو میں آپ کے لئے مانگوں اور آپ میرے لئے مانگیں.....دراصل قرآن پاک نے سمجھایا ہے کہ بعض لوگ خود کو مسلمان بھی کہلواتے ہیں اور بسا اوقات دیندار بھی.....مگر وہ بدنصیب لوگ ہوتے ہیں کیونکہ اللہ پاک ان سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہاد میں نہیں نکلنے دیتا.....استغفر اللہ، استغفر اللہ.....

اب ہم نے تڑپ تڑپ کر یہ دعاء کرنی ہے کہ اللہ پاک مجھے اور آپ کو ان لوگوں میں شامل ہونے سے محفوظ فرمائے.....

بدنصیب لوگوں کا یہ گروپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے شروع ہوا اور تا قیامت رہے گا.....قرآن پاک کی سورۃ توبہ کی آیت ۴۳ سے اس گروہ کا تذکرہ شروع ہوتا ہے اور کئی آیات تک یہ دل ہلانے والا تذکرہ جاری رہتا ہے.....ایک مسلمان اگر غور سے ان

آیات کو پڑھے تو غم اور خوف سے آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور دل لرزنے لگتا ہے.....حضرت آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے جارہے تھے.....آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں کو نکلنے کا حکم دیا.....اس وقت اہل ایمان کی طرف سے ایمان کے عجیب عجیب مناظر سامنے آئے اور صحابہ کرام سب کچھ لٹا کر رومیوں سے ٹکرانے کے لئے تیار ہوگئے.....مگر بدنصیب لوگوں نے طرح طرح کے بہانے بنانا شروع کردیئے، کسی نے دینداری کا لبادہ اوڑھ کر کہا کہ جہاد میں نکلنے سے میرا دین تباہ ہوجائے گا تو کسی نے اپنے گھر کا بہانہ بنایا.....آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بہانے سن کر ان کو گھر رہنے کی اجازت دیتے رہے اس وقت سورۃ توبہ ایک گرج بن کر نازل ہوئی کہ.....اے نبی (ﷺ) اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ان کو اجازت کیوں دی؟.....آپ کو چاہئے تھا کہ آپ ان کو اجازت نہ دیتے تاکہ یہ سرعام رسوا ہوجاتے.....اور پھر قرآن پاک نے وہ بات فرمادی جو سخت دلوں کو پگھلا دیتی ہے:

ولکن کرہ اللہ انبعاثھم

اللہ پاک نے ان کے جہاد میں نکلنے کو پسند ہی نہیں فرمایا.....اللہ پاک نے ناپسند فرمایا کہ یہ لوگ عزت وعظمت والے میدان جہاد میں پہنچیں پس اس نے ان کو سست کرکے عورتوں کے ساتھ گھروں میں بٹھادیا.....

ہائے اللہ معافی.....ہائے ربا معافی.....ہائے مولا معافی.....

تفسیر مدارک اور روح المعانی وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ انتالیس افراد تھے جن کے بارے میں ابتدائی طور پر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

وکانوا تسعۃ وثلاثین رجلاً (المدارک)

اللہ پاک ناراض ہوجائے یہ ایک مومن کے لئے جہنم سے بھی سخت عذاب اور سزا ہے.....
پس آپ میرے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان انتالیس افراد کے گروہ میں شامل ہونے سے بچائے اور میں آپ سب کے لئے یہی دعاء کرتا ہوں ..... یہ انتالیس افراد کس جہاد میں جانے سے رکے تھے؟ .....سب کو معلوم ہے کہ غزوۂ تبوک سے جو کہ ایک جنگ تھی .....پس جہاد کے شرعی معنیٰ بھی معلوم ہوگئے .....اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جہاد سے محرومی ایک بڑا عذاب اور مصیبت ہے.....ہمیں اس وقت کسی اور پر تنقید کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمیں تو اپنی فکر ہے کہ ہم جہاد سے محروم نہ ہوجائیں..... جہاد ایک مشکل فریضہ ہے کیونکہ یہ اسلام کی بلند چوٹی کا سب سے اوپر والا مقام ہے.....اوّل تو اتنے اونچے مقام تک چڑھنے کے لئے کافی محنت لگتی ہے اور دوسرا اس مقام پر پہنچ کر گرنے کا بھی ڈر رہتا ہے.....جو لوگ دنیا کے تقاضوں اور شہوتوں سے ہلکے رہتے ہیں وہ جلد ہی چڑھ جاتے ہیں.....اور جو لوگ جماعت بن کر ایک دوسرے کو تھامے رکھتے ہیں وہ گرنے سے بچ جاتے ہیں.....اللہ پاک ہمیں گرنے سے بچائے اور ہمیں جہاد سے محروم نہ فرمائے.....دراصل یہ دنیا اور اس کے تقاضے بہت ظالم اور دلکش ہیں.....ایک مجاہد جب اس دنیا کی طرف دیکھنے لگتا ہے تو اس کا پاؤں پھسل جاتا ہے اور وہ جہاد کی نورانی چوٹی سے گر جاتا ہے..... یا اللہ رحم فرما، یا اللہ رحم فرما.....پھر جہاد سے محرومی کا فتنہ بھی بہت عجیب ہے.....اکثر گناہ ایسے ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہونے کے بعد شرم اور خوف محسوس کرتا ہے.....مگر ترک جہاد کے گناہ کو شیطان نے دلکش بنادیا ہے.....آپ جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھ جانے والے کسی شخص سے بات کریں وہ خود کو دنیا کا افضل ترین شخص ثابت کرے گا اور جہاد کرنے والوں پر طرح طرح کی تنقیدیں کرے گا.....اگر خدانخواستہ میں اور آپ بھی اسلام کی چوٹی سے پھسل کر دنیا کے دلدل میں جا گرے تو ہمارا بھی یہی حال ہوجائے

گا.....اور بالآخر ایک دن موت کے ظالم پنجے ہماری گردنیں دبا دیں گے اور ہم شہادت کی زندگی اور لذتوں سے محروم ہو جائیں گے

یا اللہ رحم فرما، یا اللہ رحم فرما.....

مجھے اور آپ کو یقین کرنا چاہئے کہ جہاد چھوڑنے کا نقصان صرف اور صرف خود ہمیں ہی پہنچے گا.....اگر جہاد چھوڑ کر ہم نے امریکہ میں بنگلہ بنالیا، دبئ میں محل خرید لیا، اپنے گرد دنیا بھر کی عورتیں جمع کر لیں اور اپنے ذاتی جہاز لے لئے تب بھی ہم ایک ذلیل مچھر سے بھی زیادہ حقیر رہیں گے..... کیونکہ یہ تمام چیزیں میدان جہاد میں لگنے والی مٹی کے بھی برابر نہیں ہیں..... ہائے کتنے خوش نصیب ہیں وہ مجاہد جو اپنا امتحان پورا کر کے شہید ہو گئے.....اب کوئی کار، کوئی کوٹھی، کوئی عورت، کوئی عزت، کوئی لالچ ان کو جہاد سے محروم نہیں کر سکتی.....

مگر ہم تو خطرے میں ہیں..... ہر طرف خوف ہے اور طرح طرح کے فتنے .....لوگ خوبصورت جوتی پہن کر ناز نخرے کرنے لگتے ہیں..... ہائے مسلمان تو تو روم و فارس کے خزانوں کو بھی نفرت سے دیکھتا تھا اب تو جوتے، کوٹھی اور کپڑے میں عزت دیکھ رہا ہے..... جہاد چھوڑ دو اور امن سے رہو..... یہ بدبودار نعرہ بے شمار لوگوں کو جہاد سے محروم کر چکا ہے..... اللہ پاک کی قسم جو امن انسان کو جہاد سے دور کرتا ہو، اللہ پاک کی رحمت سے دور کرتا ہو وہ امن نہیں ہے..... ہاں بے شک جو امن ببر شیر کو بندر بنادے وہ امن خود ایک ذلت اور عذاب ہے.....

اے القلم کے پڑھنے والو..... مجھے اور آپ کو اپنے نفس کی نگرانی کرنی چاہئے اور اس کو سمجھانا چاہئے کہ یہ..... جہاد چھوڑنے پر ہمیں نہ ابھارے..... یاد رکھیئے! جو نفس جہاد کے خلاف ابھارتا ہو وہ ''نفس امّارہ'' ہے خواہ وہ کتنی ہی نیکیوں میں لگا رہتا ہو.....ہمیں اپنے نفس کو

سمجھانا چاہیے کہ..... جہاد امر الٰہی ہے..... جی ہاں اللہ پاک کا حکم ہے اے نفس کیا تو اللہ پاک کے حکم سے روگردانی کرتا ہے؟..... جہاد کی فرضیت اور فضائل قرآن پاک نے بیان فرمائے ہیں.....اے نفس اگر تو جہاد میں نکلا اور تجھے شہادت نصیب ہوگئی تو تو ابدالآباد، یعنی ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں کا مستحق بن جائے گا.....تجھ سے نہ آنکھوں کا حساب ہوگا نہ کانوں کا.....تجھ سے نہ قبر کی پوچھ تاچھ ہوگی اور نہ حشر کا حساب.....تو فرشتوں کے ساتھ گھومے گا اور ہواؤں اور بادلوں میں تیرتا پھرے گا.....تیرا رب تجھ سے راضی ہوگا اور جنت کی نہریں تیرے ساتھ کھیلیں گی.....اے نفس تیری جان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے زیادہ قیمتی نہیں ہے، جب وہ جہاد میں نکلے تو پھر تو خود کو قیمتی سمجھ کر کیوں گھر میں بیٹھا ہوا ہے؟

اے نفس! پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد اور مجاہد کے جو فضائل ارشاد فرمائے ہیں کیا تو ان تمام فضائل سے محروم رہے گا؟..... پھر تو قیامت کے دن آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا کس طرح سے سامنا کرے گا؟.....اے نفس! زندگی کے دن مقرر ہیں، موت کا وقت مقرر ہے، روزی کے لقمے مقرر ہیں پھر تو جہاد کو چھوڑ کر کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟..... جہاد کی مٹی، جہاد کے قدم، جہاد کی بھوک، جہاد کا ایک ایک لمحہ نعمت اور رحمت ہے کیا تو ان تمام چیزوں سے محروم ہونا چاہتا ہے؟.....اے نفس! یہ دنیا بے وفائی، ظلم، بیماری اور پریشانی کی جگہ ہے کیا تو اس پریشانی والی زندگی کی خاطر راحتوں اور لذتوں والی زندگی قربان کر رہا ہے؟.....

اے مسلمان! تیرے جہاد چھوڑنے سے کافروں نے کتنی طاقت بنالی ہے.....اب سلمان رشدی ہماری ماؤں کو گالیاں دیتا پھرتا ہے، وہ خبیث ازواج مطہرات پر زبان چلاتا ہے..... امریکہ کے دانشور کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی پر بمباری کی باتیں کر رہے ہیں.....اور کافروں کے لشکر عراق، افغانستان، کشمیر اور فلسطین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا خون بہا رہے

ہیں.....

اے مسلمان تو نے دنیا کو سب کچھ سمجھا تو آج تجھے آٹے کے لئے قطار لگانی پڑتی ہے..... حالانکہ ایک زمانے میں روم و فارس کے بادشاہ تجھے خراج دے کر جیتے تھے.....اے مسلمان تو نے زندہ رہنے کا شوق پالا تو تجھے آج کافروں کے ملکوں میں جا کر ان کے کتے نہلانے پڑتے ہیں.....حالانکہ تو تو افضل ترین امت کا فرد تھا.....

اے مسلمان تو نے جہاد چھوڑا تو آج زمانے کے بدترین لوگ تیرے حکمران بن گئے وہ تجھے دن رات بیچتے، مارتے اور ستاتے ہیں.....اے نفس اللہ تعالیٰ سے ڈر، اس دنیا کی حقیقت کو سمجھ.....کسی قبرستان میں جا کر مردوں سے بولنے کی کوشش کر.....کسی گندگی کے ڈھیر پر دنیا کی چیزوں کا حشر دیکھ.....اور کسی بڑھاپے سے حسن کی بے ثباتی کا راز پوچھ.....تب تو جہاد چھوڑنے کے گناہ اور عذاب سے باز رہے گا.....

اے القلم کے پڑھنے والو.....ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے نفس کو سمجھائیں.....اور یاددہانی کے لئے روزانہ آیات جہاد، فضائل جہاد اور واقعات جہاد کا مذاکرہ کیا کریں.....شیطان کو جہاد سے سخت چڑ ہے.....وہ جانتا ہے کہ جہاد بخشش اور جنت کا راستہ ہے، اس لئے وہ ہر مجاہد کے پیچھے لگا رہتا ہے کہ کسی بھی طرح اسے جہاد سے محروم کر کے حقیر دنیا کا ذلیل غلام بنا دے..... اس لئے ہمیں روز فضائل جہاد کی تعلیم کرا کے اپنے ایمان کو تازہ کرنا چاہئے.....اور فتح الجوّاد کا بھی بار بار مطالعہ کرنا چاہئے.....

مگر ایک بات یاد رکھیں.....اپنے نفس کو سمجھانے سے بھی فائدہ ہوگا، روزانہ کی تعلیم، مذاکرے اور مطالعے سے بھی فائدہ ہوگا.....مگر اصل مسئلہ تب حل ہوگا جب ہم اپنے دل میں جہاد کی قدر بٹھا لیں گے، خود کو جہاد کا محتاج سمجھیں گے اور جہاد سے محرومی کو عذاب جانیں

گے..... آپ دیکھیں ایک آدمی اپنی جان اور صحت کو اپنے لئے ضروری سمجھتا ہے تو پھر اس کی حفاظت کے لئے کتنی تدبیریں کرتا ہے اور کتنی دعائیں مانگتا ہے..... حالانکہ جہاد فی سبیل اللہ ہمارے لئے جان اور صحت سے زیادہ ضروری ہے..... جان نہ ہوئی تو مرجائیں گے اور مرنا تو ویسے بھی ہے، صحت نہ ہوئی تو بیمار ہوجائیں گے..... مگر جہاد سے محروم ہوئے تو برباد ہوجائیں گے کیونکہ جہاد سے محرومی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی علامت ہے..... آپ ایک بار سورۃ توبہ کی آیت ۴۳ اور اس سے پہلے کی دو آیتیں اور اس کے بعد کی دس آیتوں کا مطالعہ کرلیں..... اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی تو انشاء اللہ اپنی اگلی مجلس میں ان بارہ تیرہ آیات کا خلاصہ عرض کروں گا..... آپ ان آیات میں جھانک کر دیکھیں کہ جہاد سے محرومی کتنا بڑا عذاب اور کتنی عظیم رسوائی ہے..... اور اللہ پاک چاہتا ہے کہ بعض لوگ جہاد میں نہ نکلیں..... کیونکہ ان کا جہاد میں نکلنا اللہ پاک کو پسند نہیں ہے..... اعوذ باللہ، اعوذ باللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ..... یہ کتنی شدید وعید ہے اور کتنا سخت عذاب کہ انسان اتنا گر جائے اور اتنا گندہ ہوجائے کہ اللہ پاک اس کو جہاد سے محروم فرمادے..... یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ آپ کو آپ کی وسیع رحمت کا واسطہ کہ مجھے ان لوگوں میں شامل ہونے سے اپنی پناہ میں لے لیجئے..... اور جو مسلمان مرد اور عورتیں اس مضمون کو پڑھ رہے ہیں ان کے لئے بھی یہی دعاء ہے کہ اللہ پاک ان کو جہاد کی محرومی سے اپنی پناہ میں رکھے..... اور یہی دعاء اپنے والدین، اہل خانہ، عزیز واقارب، دوست احباب اور محسنین ومعاونین کے لئے بھی ہے..... یا اللہ یا ارحم الراحمین ہمیں اپنی ناراضی سے بچالیجئے..... اور ہمیں محرومی اور بدنصیبی سے بچالیجئے.....

اے القلم کے پڑھنے والو..... آپ میرے لئے دعاء کریں، میں آپ کے لئے دعاء کرتا ہوں..... جہاد کا انکار کفر ہے، جہاد کا ترک محرومی ہے، اور شہادت ایمان کے بعد سب سے

بڑی نعمت ہے.....اللہ پاک ہمیں کفر اور محرومی سے بچائے، مقبول شہادت کی نعمت نصیب فرمائے اور انتالیس بدنصیب افراد والے گروہ میں شامل ہونے سے ہم سب کی حفاظت فرمائے.....آمین یاارحم الراحمین یااللہ، یااللہ، یااللہ.....

☆☆☆

اے میری قوم!

محمد منصور احمد

اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور مظلوم مسلمانوں کی آزادی کے لئے کفار سے برسر پیکار ہونا، اسلام کے عظیم ترین اور اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ راہ خدا میں اپنے وطن کو چھوڑنا، دوست احباب سے جدا ہونا اور پھر اپنے تن من دھن کو اپنے خالق و مالک کے حکم پر نچھاور کر دینا، ایسی اعلیٰ عبادت ہے کہ رب کائنات خود ایسے لوگوں سے اپنی محبت کا اظہار فرماتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

(بے شک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت سے کرتا ہے جو اُس کے راستے میں صف بنا کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔) (الصّف:۴)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد سے جو تعلق اور وابستگی تھی، اُس کا اندازہ غزوات وسرایا کی اُس غیر معمولی تعداد سے لگایا جا سکتا ہے جو زیادہ نہیں صرف مدینہ منورہ کے دس سالہ دور میں پیش آئے۔ احادیث رسول اور سیرت نبوی کی کتابوں کے سینکڑوں صفحات ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت، دلیری اور بہادری پر گواہ ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر صحابہ کرامؓ نے جس سرفروشی اور اعلیٰ ترین جنگی مہارت کے نمونے پیش کئے، وہ نہ صرف آج کے مسلمانوں کی غفلت اور بزدلی کے لئے تازیانہ ہیں بلکہ جنگی تاریخ کے نادر اور بے مثال واقعات بھی ہیں۔

ماہر القادری مرحوم نے بلاشبہ حرف بحرف سے اس کی صحیح تصویر کشی کرتے ہوئے کہا

ہے:

سلام اُس پر، شکستیں جس نے دیں باطل کی فوجوں کو
سلام اُس پر کہ ساکن کر دیا طوفاں کی موجوں کو
سلام اُس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اُس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا
سلام اُس پر جس کا نام لے کر اُس کے شیدائی
اُلٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت، اَوجِ دارائی
سلام اُس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں
سلام اُس ذات پر، جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

جنگ اور لڑائی انسانیت کی تاریخ میں کوئی نایاب اور انوکھی چیز نہیں ۔ جب سے انسان نے اس سرزمین پر قدم رکھا ہے، باہمی کشمکش اور زور آزمائی کے مناظر دیکھتا آیا ہے۔تاریخ کو وہ وقت یاد ہے جب بخت نصر اُٹھا اور بیت المقدس کو برباد کر دیا، ایرانی آئے اور بابل کے تمدن کو تاخت وتاراج کر کے چلے گئے، روچی نکلے اور کارتھیج کی سرزمین کو آگ اور خون سے بھر دیا، سکندر یونان سے نکلا اور ایران کے در و دیوار سے زندگی کے ایک ایک نقش کو مٹا ڈالا، تاتاری ابھرے اور بغداد کے قدیم آثار کو دجلہ میں ڈبو دیا۔ یہ سب مشہور فاتحین کس مقصد کے لئے میدانوں میں اُترے، انہوں نے کس غرض سے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا اور انہوں نے کس ارادے سے انسانی بستیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کیا؟ یہ ایسا سوال ہے جس

کا جواب ہر بچہ دے سکتا ہے کہ ان جنگجو بادشاہوں کے پیش نظر انسانیت کی کوئی فلاح و بہبود یا انسانوں کے لئے بلند مقصد حیات نہیں تھا، یہ تو محض اپنے اقتدار کو وسعت دینے کے لئے ہوس ملک گیری میں مبتلا ہو کر انسانوں کا خون بہاتے رہے۔

لیکن رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والے جب ظلم اور کفر سے بر سر پیکار ہوئے اور انہوں نے معرکہ آرائیوں کی ایک نئی تاریخ رقم کی تو اُن کے سامنے کیا عزائم تھے؟ اقبال مرحوم کی زبانی اس کا جواب یہ ہے:

تھے وہی ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے وہ چھاؤں میں تلواروں کی
وہ جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے
اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے
سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے؟
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کر ھو اللہ احد کہتے تھے

پھر ایک طرف دنیاوی بادشاہوں کی جنگیں ہیں، جن میں بے دریغ انسانی خون بہایا

جاتا ہے۔ گنہگار اور بے گناہ میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ عراق اور افغانستان کی سرزمین پر امریکہ نے انسانیت کے خلاف جن جرائم کا ارتکاب کیا، اُس نے گزشتہ زمانوں کے ظالم فاتحین کے مظالم کو مات کر دیا ہے۔ بہر حال یہ ظلم وستم عام جنگوں کی خصوصیت ہے لیکن اس کے برعکس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو یہ ہدایات جاری ہوتی تھیں:

''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی اور اپنے اہل لشکر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اللہ کے نام پر قتال کرنا اور اللہ ہی کے راستے میں اُس شخص سے قتال کرنا جس نے اللہ تعالی کے ساتھ کفر اختیار کیا ہو۔ غدّاری نہ کرنا، مال غنیمت میں چوری نہ کرنا، کسی بچے، عورت اور بے کار بوڑھے یا کسی عبادت گاہ میں بیٹھے گوشہ نشین کو قتل نہ کرنا، کسی کھجور کو ہاتھ نہ لگانا، کسی درخت کو نہ کاٹنا، کسی عمارت کو نہ گرانا۔'' (نبی رحمت بحوالہ واقدی ۴۹۷)

حیرت اور تعجب تو اُس پڑھے لکھے طبقے پر ہے جو اسلامی غزوات اور جہاد کے بارے میں اُس قوم کو صفائی پیش کرتا رہتا ہے، جس کے اپنے ہاتھ انسانیت کے خون سے رنگین ہیں اور اُس کے جبڑوں سے معصوم مسلمان بچوں کے لہو کی بو آ رہی ہے۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سالہ مدنی دورِ حیات میں جتنے غزوات وسرایا پیش آئے، ان سب میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی کل تعداد ۳۸۷ ہے جبکہ ہلاک ہونے والے کفار کی تعداد ۷۵۹ ہے، گویا صرف ۱۰۱۸ انسانی زندگیوں کے خاتمے کے نتیجے میں عرب کے ریگزاروں میں اقوام کو آزادی اور حریت کا پیغام دیا اور بدامنی کے گڑھ عرب میں جہاں بڑے بڑے کارواں بھی غیر معمولی حفاظتی اقدامات کے بغیر نہیں چل سکتے تھے، اب یہ حالت ہوگئی کہ ''ایک خاتون حیرہ سے چلتی اور کعبہ کا طواف کر کے واپس چلی جاتی اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہ ہوتا (بخاری)'' اور ''ایک اکیلی عورت قادسیہ سے اپنے اونٹ پر چلتی اور بیت اللہ کی زیارت کرتی

اوراس کوکسی کا خوف نہ ہوتا (سیرت ابن ہشام)''

اس کے مقابلے میں جنگ عظیم اول ودوم کے اعداد وشمار پر ایک نظر ڈالیں تو روح کانپ اٹھتی ہے۔ جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں صرف مقتولین کی تعداد ۶۴ر لاکھ تھی اور جنگ عظیم دوم (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) میں ساڑھے تین کروڑ سے چھ کروڑ کے درمیان انسان اپنی زندگیوں سے محروم ہوئے۔ پھر تباہی اور بربادی کی اس ہوش ربا تعداد کے باوجود ان جنگوں نے انسانیت کو عمومی طور پر غلامی اور محکومیت کے سوا کچھ نہیں دیا۔

آج انسانیت پر جس لوٹ کھسوٹ کا دور دورہ ہے اور مسلم ممالک باوجود اپنی عددی برتری کے یکے بعد دیگرے جس طرح دشمنوں کے لئے لقمۂ تر بنتے جارہے ہیں، اس کا علاج صرف اور صرف یہی ہے کہ مسلمان قرآن مجید اور سیرت طیبہ کی روشنی میں جہاد کا علم تھامیں اور ایسے راستے کا انتخاب کریں جس میں ناکامی اور نامرادی کا کوئی تصور نہیں بلکہ اس راہ کا ہر قدم ہی خود منزل ہے۔ اس مجرب علاج کے بغیر مرض بڑھتا ہی چلا جائے گا اور مسلمان اپنے مال ودولت اور وسائل ترقی سمیت غلامی کی گہری کھائیوں اور خوفناک گھاٹیوں میں گرتے چلے جائیں گے۔

پس اے میری قوم!

یہ جہاد ہی ہے، جنت اور کامیابی کا راستہ، فوز وفلاح کا راستہ، رحمتوں، برکتوں کا راستہ، ابدی سعادتوں اور لازوال ترقیوں کا راستہ!

جہاد رب کا فرمان ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس طریقہ ہے، حضرات صحابہ کرامؓ کا اس پر اجماع ہے، چودہ سو سال کے اسلاف اُمت اور اخیار ملت اس کے قرآنی ونبوی حکم ہونے پر متفق ہیں، پھر اس کے بعد کونسی دلیل ہمیں درکار ہے؟ کونسی حجت ہمیں چاہئے؟

کس کے قول کی سند کی ضرورت ہے؟

اگر ان سب دلائل، کھلے ہوئے اور واضح دلائل، دوٹوک اور نا قابل تردید دلائل کے بعد بھی ہمیں جہاد کا شرعی اور قرآنی فریضہ سمجھ نہیں آتا تو.....انتظار کرنا چاہئے کہ اللہ تعالی اپنا حکم لے آئے۔

اے میری قوم!

جہاد کوئی سیاسی ایشو نہیں!

جہاد کوئی وقتی اور عارضی کام نہیں!

جہاد کسی حکومت یا حکمران کا فیصلہ نہیں!

جہاد اہل اقتدار اور حزب اختلاف کی باہمی جنگ نہیں!

جہاد ووٹ لینے اور نوٹ لینے کا بہانہ اور ذریعہ نہیں!

جہاد تو خالصتاً شرعی مسئلہ، قرآنی فریضہ، نبوی سنت اور تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔ جہاد کا پشتیبان کوئی پاکستانی یا غیر ملکی حکمران نہیں، جہادی پالیسی کا خالق کوئی فوجی جنرل یا امریکی مفکر نہیں، مجاہدین کا حامی و ناصر کوئی مادی طاقت یا دنیاوی حکومت نہیں۔

یہ جہاد تو ہمارے رب کا حکم ہے؟ وہ ہی اس کا پشتیبان ہے اور وہ ہی اس کا حامی و ناصر، وہ ہی دنیا بھر کے اتفاق واتحاد، اپنوں اور غیروں کے گٹھ جوڑ اور دوستوں اور دشمنوں کی سازشوں کے باوجود اس جہاد کا جلوہ ساری دنیا کو دکھا رہا ہے۔ آج ساری کفریہ طاقتیں یکجا ہو کر آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کا اقرار کر رہی ہے:

''بے شک جہاد جاری رہے گا، جہاد جاری رہے گا''

عقل و نقل

مولانا طلحہ السیف

نقلی دلائل تو اتنے زیادہ، اتنے واضح اور اتنے محکم ہیں کہ ان میں نظر کرنے والا شخص کبھی ''شک'' یا ''اشکال'' کا شکار نہیں ہوسکتا، لیکن چونکہ زمانہ عقلیت پسندی کی طرف چل نکلا ہے اور ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا ایک ''فیشن'' بن گیا ہے۔ تو ٹھیک ہے زمانہ اپنا یہ شوق بھی پورا کر کے دیکھ لے، بات تو وہی ثابت ہوگی جو قرآن میں آ گئی جو حدیث میں بیان ہوگئی اور جس پر سلف نے عمل کر کے دکھا دیا۔

سنا ہے لوگوں کو ''جہاد'' جیسے اہم، محکم اور اونچے فریضے کے معنی میں ''اشتباہ'' ہے، عجیب بات ہے۔

قرآن کا لفظی معنی ''بار بار پڑھی جانے والی چیز'' ہے تو کیا ہر زیادہ پڑھی جانے والی کتاب کو قرآن کہا جاسکتا ہے؟

حدیث کا لفظی لغوی معنی ''بات'' ہے تو کیا ہر بات پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے؟

سنت کا ترجمہ ''طریقہ'' ہے، کیا ہر شخص کی عادت اور طریقے کو سنت کا نام دے سکتے ہیں؟

یقیناً مسلمان کا جواب نہیں میں ہوگا۔

قرآن صرف اسے کہا جائے گا جو اللہ کا کلام ہے، حدیث کا اطلاق صرف نبی اکرم ﷺ کے قول فعل اور کسی عمل کو دیکھ کر آپؐ کے خاموش رہنے کو کہا جاتا ہے کیونکہ سلف صالحین نے یہ اصطلاح اس معنی کیلئے متعین کر دی ہے اور سنت کا مصداق نبی کریم ﷺ کا عمل کردہ، پسند

فرمودہ یا ارشاد فرمودہ عمل ہے۔

کیوں؟؟؟

اس لئے کہ ان الفاظ کے یہ معنی یا تو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے خود متعین فرما دیئے ہیں یا سلف صالحین نے مقرر کر دیئے ہیں۔ اب قیامت تک کوئی ایمان والا ان کے مصداق کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتا۔ تو بھائیو! جہاد کے معنی قتال یعنی کافروں سے جنگ کرنا، لڑنا، مرنا، مارنا بھی تو انہی ہستیوں کے متعین فرمودہ ہیں اس میں شک یا بحث کیسی اور بحث و تمحیص کیوں؟؟؟

قرآن میں جہاں مدنی سورتوں میں ''جہاد'' کا لفظ آیا ہے، ترجمہ شاہ رفیع الدین سے ترجمہ شیخ الہندؒ و حضرت لاہوریؒ تک تمام دیکھ لیں اس کے معنی ''لڑنے'' کے کئے گئے ہیں، تمام معتبر تفاسیر اٹھا کر دیکھ لیجئے اس کی تشریح قتال اور لڑائی سے کی گئی اور سب سے اونچی دلیل تو یہ ہے کہ آقا مدنی ﷺ اور آپ کے جانثار اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سے یہی معنی سمجھے ہیں اور اسی پر عمل پیرا ہو کر دکھایا ہے۔

حدیث کی کتب میں ''کتاب الجہاد'' کے عنوان کے تحت لڑائی، قتال کی باتیں درج ہوتی ہیں اور شرّاحِ حدیث ''جہاد'' کا معنی قتال ہی کرتے ہیں لیکن اگر وہ پھر بھی کوئی خالص ''عقلی'' دلیل کا طالب ہے جس میں ''نقل'' بالکل نہ ہو تو اسے پوچھئے! جناب اگر جہاد کا معنی وہی ہے جو آپ بتاتے ہیں اور جہاد اتنے ہی ہوتے ہیں جتنے آپ نے بنا رکھے ہیں تو امریکہ ہر پروفیسر، ہر پولیس آفیسر، ہر استاذ، بلکہ ہر انسان کو ''جہادی'' قرار دے کر بم کیوں نہیں مارتا؟؟؟

اگر آپ ان بہت سارے ''جہادوں'' میں سے کسی پر عمل پیرا ہیں اور یقیناً ہونگے تو آپ خود کو ''مجاہد'' یا ''جہادی'' کیوں نہیں کہتے؟؟؟ لوگ آپ کو یہ پیارا اور مقدس نام کیوں نہیں

دیتے؟؟؟ کافر آپ کو انسانوں کی اس ''اونچی'' کیٹیگری میں شمار کیوں نہیں کرتے؟؟؟ جب مجاہدوں کے خلاف کارروائی کی بات ہوتی ہے تو اس میں آپ کا ذکر کیوں نہیں ہوتا؟؟؟ اور ہاں! جب مجاہدین کے مراکز پر بم برستے ہیں تو نفس کے خلاف ''جہاد''، جہالت کے خلاف، عریانیت کے خلاف، غربت کے خلاف، بے روزگاری کے خلاف اور نہ جانے کس کس کے خلاف ''جہاد'' کرنے والوں کے مراکز کیوں محفوظ رہتے ہیں؟؟؟

صاحبو! یہ کیسا فعل ہے جس کے فاعل پر اسم فاعل کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر فاعل کے احکام جاری ہوتے ہیں؟؟؟

حقیقی مجاہد کون ہے؟

جو اپنے عمل پر خود کو شکر کے ساتھ ''مجاہد'' کہتا ہے، وہ جب محلے میں آتا ہے تو بچے کہتے ہیں ''مجاہد'' آیا ہے، اس کا باپ فخر سے کہتا ہے میرا بیٹا ''مجاہد'' ہے۔ پولیس والے پکڑنے آتے ہیں کہ یہ بندہ ''مجاہد'' ہے۔ امریکہ اس پر بم برساتا ہے اور اپنے ''پالتو'' چھوڑتا ہے کہ یہ شخص ''مجاہد'' ہے اور اس کا یہی علاج ہے۔

اب آپ خود انصاف فرمایئے! آپ کی عقل ''سلیم'' ایسے کسی عمل کو ''جہاد'' قرار دینے کی اجازت دیتی ہے جس کا عامل نہ خود کو ''مجاہد'' کہتا ہے اور نہ ہی لوگ ایسا کہنے پر آمادہ ہیں؟؟؟

دوسری بات ہم میں سے کئی ''مسلمان'' ایسے ہیں جن کے نزدیک نعوذ باللہ جہاد فرائض میں ہی داخل نہیں، ایسے لوگوں کو ''مسلمان'' صرف حسن ظن اور صیانت عن التکفیر کی بنا پر ہی کہا جا سکتا ہے اور یہ بات میں نہیں کہہ رہا، سلف نے فرمائی ہے، حوالہ آگے آجائے گا۔ اور جنہیں خوش قسمتی سے اس کے فرض ہونے کا علم ہے ان کا طرز عمل کیا ہے؟

ایک بار بادشاہ نے شہر میں اعلان کرا دیا کہ شاہی محل کا بیرونی تالاب دودھ سے بھرنا ہے

اس لئے ہر شخص اپنے گھر سے حسب توفیق دودھ لا کے رات کو تالاب میں ڈال جائے، صبح بادشاہ سلامت تالاب کے معائنے پر تشریف لے گئے تو اسے پانی سے بھرا ہوا پایا جس میں چند مدھم سی لکیریں دودھ کی نظر آ رہی تھیں۔ ہر شخص یہ سوچ کر پانی لاتا رہا کہ باقی تو دودھ لائیں گے میری ایک بالٹی پانی کا کیا پتہ چلے گا؟ سو تالاب پانی سے بھر گیا، البتہ جن چند لوگوں نے ''فرض کفایہ'' ادا کیا ان کا دودھ پانی میں ایسا حل ہوا کہ وجود کالعدم ہو گیا۔

صاحبو! اگرچہ ہم فرض کفایہ ہی مانتے مگر کفایت کے معنی تو سمجھ لیتے، کسی بھی کام میں ''کفایہ'' کا لغوی، عقلی، اخلاقی ہر طرح کا معیار یہ ہے کہ اتنے لوگ اس کی انجام دہی کیلئے آ جائیں جو با آسانی اور باندازِ احسن اس کام کو کر لیں، انہیں نہ قلت کا احساس ہو نہ کمزوری کا۔ اگر کوئی کام افرادی قلت کی وجہ سے رک جائے یا اتنا سست روی سے جاری ہو کہ اثرات ہی ظاہر نہ ہو رہے ہوں تو اسے کفایت کہا جا سکتا ہے؟؟؟ مثلاً آپ بتائیے! ایک جماعت افراد کی موجود ہو، آ کر کوئی کہے کہ اینٹوں کا ایک ڈھیر ادھر سے اُدھر منتقل کرنا ہے اتنے لوگ آ جائیں جو کفایت کر لیں باقی لوگ اپنے کام میں مشغول رہیں۔ ایسے میں سب کا نہ جانا تو برحق ہے لیکن دو یا تین یا اتنے کم لوگوں کو بھیج دینا جو دن بھر کی محنت شاقہ سے بھی یہ عمل پورا نہ کر سکیں اس جماعت کی طرف سے ''کفایہ'' کا ادا ہو جانا کہا جا سکتا ہے؟

کیا ایسی جماعت ملامت کی مستحق نہ ہو گی؟؟؟

لیکن ایک بات اور ذہن میں رہے، شریعت کے احکام کا ثبوت اور ان کا درجہ صرف اور صرف نقل سے متعین کیا جا سکتا ہے۔ عقل چلانے کی اس میں صرف اتنی گنجائش ہے کہ آپ عقل سے ان دلائل کو سمجھنے میں مدد لیں جو قرآن و حدیث میں وارد ہوں یا سلف نے قائم کیئے ہوں۔

اب یہ بات کہ لوگوں کو ''حکم جہاد'' میں اشتباہ ہے..... ہم نقل سے اس کا مختصر جائزہ لیتے

ہیں۔

اگر اشتباہ اس میں ہے کہ فرض بھی ہے کہ نہیں؟ تو سیدھا سیدھا ایمان کا خطرہ ہے۔

قرآن میں کُتِبَ کے الفاظ ہیں جن کا معنی فرضیت کا ہی آتا ہے۔ حدیث میں وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ کے صریح الفاظ ہیں جن سے شرّاح نے فرضیت ثابت کی ہے، علامہ سرخسیؒ نے فريضة محكمة وقضية محتومة کے الفاظ لائے ہیں اور علامہ قرطبیؒ نے ابن عطیۃ کے الفاظ والذی استمی علیه الاجماع سے ''جہاد'' کی فرضیت کو امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ قرار دیا ہے۔ اس باب میں تو عقل لڑانے کی کوئی گنجائش سرے سے موجود ہی نہیں۔

شمس الائمہ سرخسیؒ نے تو پوری عبادت میں ہر شخص کا حکم بیان فرما دیا ہے۔ فرمایا!

''اس کے منکر کو کافر کہا جائے گا اور کج بحثی کرنے والوں کو گمراہ''

رہی یہ بات کی ''عین'' ہے یا ''کفایہ''؟؟؟

تو یہ بھی ایسی بحث نہیں جس میں عقل کے گھوڑے دوڑانے کی مجال ہو سلف سے ہی پوچھنا پڑے گا۔

امام التابعین سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں ہر حال میں ہر شخص پر فرض عین ہے جبکہ باقی کا اجماعی عقیدہ ہے کہ چار صورتیں پیش آجائیں تو فرض عین ورنہ کفایہ۔ وہ چار مواقع جن میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے یہ ہیں۔

(۱) کافر مسلمانوں کی زمین پر حملہ آور ہو جائیں، اس صورت میں ابتداً اس علاقے کے لوگوں پر، اگر وہ کافی نہ ہو تو ان کے قریب والوں پر جہاد فرض عین ہے۔

(۲) مسلمانوں کا شرعی امیر خلیفۃ المسلمین تمام مسلمانوں کو نکلنے کا حکم کر دے۔

(۳) جب کافروں اور مسلمانوں کی فوجیں آمنے سامنے آجائیں تو لشکر میں موجود ہر شخص

پر لڑنا فرض عین ہے۔

(۴) مسلمانوں میں کچھ لوگ کفار کی قید میں آجائیں اور کافر انہیں فدیہ لیکر رہا کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو تمام مسلمانوں پر ان کی رہائی کیلئے لڑنا فرض ہے۔

علامہ شامیؒ اور ان سے پہلے کے ائمہ نے فرمایا ہے کہ یہ چار صورتیں پیش آجائیں تو جہاد فرض عین ہے۔ معلوم نہیں ہمارے زمانے میں یہ صورتیں پیش آچکی ہیں یا نہیں؟؟ اس لئے بحث زور وشور سے جاری رہتی ہے۔ آپ کیا فرماتے ہیں کہ بحث کی گنجائش باقی ہے؟؟؟

لوگوں کو قرآن پاک کی ساڑھے پانچ سو سے زائد آیات اور ہزاروں صحیح احادیث کا تو علم نہیں، جن میں مجاہد کی فضیلت، اس کے گھوڑے کی قسمیں، گھوڑوں کے پیشاب اور لید تک کے فضائل، زخموں کی خوشبو، حوریں، جنت، غبار کے فضائل اور نہ جانے کیا کیا مذکور ہے، البتہ ایک ''حدیث'' (جس کے بارے میں ائمہ حدیث کا اس کے حجت نہ ہونے پر تقریباً اجماع ہے) سب کو یاد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر فرمایا ''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بڑا جہاد کیا ہے؟ فرمایا: انسان کا اپنے نفس کی خواہشات سے مقابلہ کرنا''۔

حدیث کس معیار کی ہے؟ حجت ہے یا نہیں؟ قرآن کے کسی واضح حکم کے خلاف تو نہیں؟ ائمہ حدیث اس کے بارے میں کیا کیا فرماتے ہیں؟ اس ساری بحث کو چھوڑتے ہیں۔

ان لوگوں پر بھی کوئی تعریض نہیں کرتے جنہوں نے اس بات کے مثبت اور مفید معنی لئے ہیں، ہم تو صرف ان ''عقلمندوں'' سے مخاطب ہیں جنہوں نے انکارِ جہاد اور تلبیس کے لئے کئی سوراخ بنا رکھے ہیں جن سے وہ عامۃ المسلمین کے ذہنوں کو ڈستے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قتال کو چھوٹا جہاد کہا اور پیچھے رہنے کو بڑا جہاد۔ اس لئے محاذ

پر جا کر لڑنے سے گھر بیٹھنا افضل ہے۔انہیں بتایئے!

اگر اس حدیث کو دنیا کی سب سے صحیح حدیث مان لیا جائے تب بھی اس سے قتال کا ''جہاد اکبر'' ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ہر شخص اپنے نفس سے خود پوچھے کہ اس پر سب سے شاق اور مشکل کونسے عمل میں نکلنا گزرتا ہے؟ ایک ایک کام پر نفس کو راضی کرتے جائیں نفس تھوڑی سی ردوکد کے بعد ہاں کر دے گا لیکن نام لیجئے قتال کیلئے نکلنے کا۔کلیجہ حلق میں آجائے گا۔بال کھڑے ہو جائیں گے،آنکھیں پھرنے لگیں گی اور موت کی غشی کا عالم ہو جائے گا۔نفس اتنے دلائل قائم کر دے گا جتنے بش عراق پر حملے کے جواز کیلئے بھی نہیں گھڑ سکا تھا۔اب آپ ''عقل سلیم'' سے خود پوچھئے! ایسے میں اس کی اپنی وضع کردہ اصطلاح کے مطابق ''جہاد اکبر'' کیا ہے اور نفس کی سب سے بڑی مخالفت کون سی ہے؟؟؟

اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات اور عرض کر دوں۔

''جہاد'' کا معنی جہاں ''قتال'' مراد نہ لیا جا سکے وہاں اس کے لغوی معنی مراد لئے جاتے ہیں یعنی مشقت،اس حدیث میں بالاتفاق یہی معنی مراد ہیں۔نبی کریم ﷺ نے میدانِ جنگ میں اپنے کو چھوٹی اور پیچھے بیٹھ کر دوسرے اعمال کرنے کو بڑی مشقت قرار دیا۔

کیوں؟؟؟

اس لئے کہ آپ ﷺ خود اور صحابہ کرام بھی ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کیلئے بے چین رہا کرتے تھے۔میدانِ جنگ میں اس ملاقات کے جلد ''اریجنٹ'' ہو جانے کا احتمال غالب ہوتا ہے اور پیچھے کم،اس لئے میدانِ جنگ میں لڑنا ان کیلئے کم مشقت والا کام تھا بنسبت پیچھے رہنے کے۔آپ کو علم ہے صحابہ کرام کیلئے دنیا کی زندگی کتنا بوجھ تھی؟؟؟

حضرت عمیر بن حمامؓ جنگ کے دوران توانائی بحال کرنے کی غرض سے کھجوریں کھانے ایک کونے میں تشریف لے گئے، کھجوریں ہاتھ میں تھیں کہ ابوموسیٰ اشعریؓ حدیث بیان کرتے ہوئے گزرے جس کا مضمون شہید کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات سے متعلق تھا۔ ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں پھینک دیں اور فرمایا: انھا اذاً لحیاۃ طویلۃ، اگر یہ ہاتھ کھجوریں کھانے کیلئے منہ تک اٹھے گا تو یہ وقت تو بڑی لمبی زندگی ہو جائے گا۔ سوچئے! جن کے نزدیک یہ وقفہ حیات طویلہ کا نام رکھتا ہو ان کیلئے زندہ رہنے سے زیادہ مشکل عمل کیا ہوگا؟؟ ہاں! ایک ہم ہیں کہ عمر نوح بھی مل جائے تو قصیرہ لگے۔ ہمارے لئے تو بڑی مشقت جہاد میں نکلنا ہی ہوگا۔ واللہ العظیم! آج بھی کسی ایسے آدمی سے پوچھ کر دیکھئے جو رب سے ملنے کیلئے بے چین ہو، اپنے جسم کے ٹکڑے لیکر اس کے دربار میں حاضری چاہتا ہو اپنے ان دوستوں سے ملحق ہونا چاہتا ہو جو اس سے اس میدان میں سبقت کر گئے لیکن اسے کوئی ایسا کام دے دیا گیا ہو جس میں اسے زندہ رہنا پڑ رہا ہو۔ اسے پوچھئے کہ بڑی مشقت کیا ہے؟ زندہ رہنا یا لیلائے شہادت سے ہم آغوش ہونے کیلئے کسی محاذ پر ہونا.....

مگر ہمارے لئے بڑی آسانی ہے کہ ہمارا مسئلہ سینکڑوں آیات اور ہزاروں صحیح احادیث سے ثابت ہے ہمیں ''کمزور'' دلائل کی حاجت ہی نہیں، مشکل یا رلوگوں کیلئے ہے کہ ایک حدیث ڈھونڈی مگر بات اس سے ان کی ثابت نہ ہوسکی.....

مضمون بہت لمبا ہو گیا اس لئے آخری بات۔

کشمیر اور کالام کے اونچے پہاڑوں پر ایک سبزی ہوتی ہے جسے مقامی زبانوں میں ''گچھی'' اور ''گوچی'' کہتے ہیں۔ ہزاروں فٹ کی بلندی پر ملتی ہے، محنت کش لوگ بڑی مشقت سے جمع کرتے ہیں۔ کئی ماہ میں صرف چند کلو اکٹھی کر پاتے ہیں۔ دیکھنے میں بھنڈی سے بھی چھوٹی اور

رنگ میں بینگن سے بھی بدصورت۔لیکن ۶ سے ۷ ہزار روپے کلو تک بکتی ہے۔آپ نے کبھی کسی سبزی فروش کو یہ اعتراض کرتے سنا کہ لوگ حقیر اور بدرنگ گوچی اتنی مہنگی خریدتے ہیں اور میری خوبصورت بھنڈی اور خوش رنگ کھیرے چندروپے کلو۔

اور اگر کوئی اعتراض کرے تو کیا جواب ملے گا؟؟

یہی ناں کہ بھائی ہزاروں فٹ اوپر جا کر برف کھود کر دانہ دانہ چننا اور کھیت سے بھنڈی کھیرے توڑ لانے کی مشقت برابر نہیں اس لئے عوض بھی ایک سا نہیں ہے۔

سوئمنگ پول یا نہر میں غوطے لگاتے کسی شخص کو آپ نے اس بات پر معترض نہیں پایا کہ اسے سمندری غوطہ خوروں کی طرح موتی سیپ کیوں حاصل نہیں ہوتے؟

اور اگر پائیں گے تو یہی کہیں گے ناں کہ بھائی ہزاروں فٹ کی گہرائی میں جانا اور خوفناک شارکوں، مگرمچھوں کے بیچ پھرنا اور نہر میں چند فٹ کا غوطہ لگانا خطرے کے اعتبار سے برابر نہیں، موتی سیپ تو خطروں کے کھلاڑیوں کا مقدر بنتے ہیں۔

مارخور بکرا اور دیسی بکرا کھانے والوں کو ایک سی توانائی اس لئے حاصل نہیں ہوتی کہ مارخور مارنے والا کتنی بلندی قطع کرتا ہے قصاب کی دکان سے پانی ملا گوشت کھانے والے کو اس کا اندازہ ہی دشوار ہے۔

لعل و جواہر کن لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں؟ جوہر او نچائی کو قدموں کی خاک بنا لیتے ہیں۔

تو یہ عقل اس وقت کیوں رخصت پر چلی جاتی ہے جب ہر عمل میں ''جہاد'' کا ثواب اور ''مجاہد'' کی فضیلت حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے؟؟؟

وہ لوگ جو موت اور تکلیف کے خوف سے کسی مجاہد کو سلام کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں تعلق کا الزام نہ لگ جائے اور موت قریب نہ ہو جائے وہ اپنے ہر عمل کو ''جہاد'' سے افضل

اور خود کو ہر حال میں اس ''مجاہد'' سے برتر سمجھنے پر مصر کیوں رہتے ہیں جو ہر وقت موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے رہتا ہے۔ **فتنمنو والموت ان کنتم صادقین.** مجاہد کو رب کی ملاقات کے شوق نے اس مقام تک پہنچا دیا ہے تم اگر سچے ہو کہ تمہیں بھی اپنے رب سے اسی طرح کی محبت ہے تو موت کی تمنا کرو اور اس کے پیچھے لپکو۔ مجاہد کی پرواز تو شروع ہی وہاں سے ہوتی ہے جہاں دوسروں کی تھم جاتی ہے۔

عشق کی راہ میں جو کوہ گراں آتا ہے
لوگ دیوار کہیں میں تو اسے زینہ کہوں

فیصلہ کن بات یہ ہے کہ دین میں ترقی کا مدار صرف اور صرف مشقت ہے۔

ان اشدالناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل

معلّم جہاد صلی اللہ علیہ وسلم

ابوامامہ

جہادی جماعتیں بین کردی جائیں، جہاد ختم ہو جائے گا، جہادی لٹریچر بند کر دیا جائے جہاد کمزور ہو جائے گا، جہادی تربیت گاہیں، دفاتر، مراکز، اجتماعات پر پابندی لگادی جائے جہاد رک جائے گا، فدائی حملے تھم جائیں گے، امریکہ یورپ کو مقاصد آسانی سے حاصل ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ نظریہ قائم کیے ہوئے اور اس پر عمل پیرا ہوئے کفار اور ان کے حواریین کو چھ سال گزر گئے۔ نتیجہ کیا نکلا؟؟ کیا ان کا یہ زعم درست ثابت ہوا؟ کیا نتائج ان کے حق میں نکلے؟ ہرگز نہیں.....

وجہ یہ ہے کہ قرآن باقی ہے اور قرآن باقی رہے گا اس لئے جہاد کے بقاء کو کوئی خطرہ نہیں۔ قرآن کا حکمِ جہاد زیادہ وضاحت کے ساتھ پڑھا پڑھایا جا رہا ہے اس لئے جہاد زیادہ قوت پکڑ رہا ہے۔ حکم جہاد پر عمل کے میدان بڑھتے اور پھیلتے جا رہے ہیں اس لئے عمل بھی زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ قرآن کا محافظ اللہ ہے اس لئے قرآن نہیں مٹ سکتا۔ جہاد کا محافظ قرآن ہے اس لئے جہاد بھی نہیں مٹ سکتا۔

اور پھر قرآن صرف جہاد کا محافظ ہی نہیں بلکہ ''معلّم'' بھی ہے، جہاد کے جس طرح کی تربیت، جس نوع کی جنگی مہارت اور جس طرز کی جسمانی، ذہنی اور نظریاتی پختگی کی ضروت ہے قرآن یہ سب کچھ مجاہد کو خود سکھا دیتا ہے، کون کون سے مواقع ایسے ہیں جو جہاد سے روکنے کا باعث بن سکتے ہیں قرآن ان کی نشاندہی کرتا ہے۔ جہاد پر ابھارنے کا فریضہ بھی قرآن احسن انداز میں سرانجام دیتا ہے اور اس سے رکنے والوں کی خوب خبر بھی لیتا ہے۔ غرضیہ کہ جہادی

تربیت کا ایک پورا جامع نصاب قرآن میں موجود ہے۔

پورے قرآن میں جہادی تربیت کا مضمون کتنی بار اور کس کس انداز میں بیان ہوا ہے اس کے مکمل تذکرے کے لئے تو مستقل تصنیف درکار ہوگی لیکن اگر قرآن پاک میں مذکور صرف ایک قصے کو ہی غور سے پڑھ لیا جائے اور سمجھ لیا جائے تو نظریہ جہاد، ضرورت جہاد، اہمیت جہاد، تربیت جہاد، مواقع جہاد اور فوائد جہاد ہر چیز اس طرح کھل کر سمجھ آ جاتی ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ اسی بات سے اندازہ لگایا جائے کہ قرآن پاک نے بیان جہاد کے لئے کیسا معجز اسلوب اختیار کیا ہے کہ اس کا صرف ایک قصہ ہی اتنی ساری باتوں اور موضوعات کو جامع ہو جاتا ہے۔

یہ قصہ سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۲۴۳ سے آیت نمبر ۲۵۲ تک مذکور ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ بنی اسرائیل نے غیر قوم کی غلامی سے تنگ آ کر اس غلامی سے نکلنے کا راستہ سوچا تو انہیں یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس مصیبت سے نجات انہیں صرف اور صرف جہاد کے عمل کو زندہ کرنے سے ہی مل سکے گی اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ قرآن نے یہ بات سکھادی کہ یہ امت بھی جب کبھی اس طرح کے حالات سے دوچار ہو جائے تو اس کیلئے بھی راہ نجات یہی ہے کہ جہاد کے راستے پر آ جائے۔ یہ قوم جہاد کے لئے ذہنی طور پر تو تیار ہوگئی لیکن عملی تربیت اور نظریاتی پختگی سے محروم ہے۔ بغیر اس کمزوری کو دور کیے انہیں میدان جنگ میں ثبات حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے تربیت کے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے۔ سب سے بڑا مانع جو انہیں اس سوچ پر قائم رہنے سے روک سکتا ہے وہ ہے زندگی اور موت کی حقیقت کو نہ سمجھنا۔ جب تک ذہن میں یہ بات رہے گی کہ جنگ میں موت ہے اور پیچھے بیٹھے رہنے میں زندگی، اس وقت تک عملی جہاد کا تصور ہی پیدا نہیں ہوسکتا، اس لئے عملاً انہیں زندگی اور موت کی حقیقت سمجھا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پوری

قوم کو ایک لحظے میں موت دے دی جب سب مر گئے تو سب کو بارِ دیگر زندہ فرما دیا تا کہ یہ بات ان کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائے کہ زندگی اور موت کا مالک صرف اللہ ہے، اس کے حکم کے بغیر کوئی مر نہیں سکتا اگر چہ ساری زندگی قتال کے میدانوں میں گزار دے اور اس کے حکم کے بغیر کوئی ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا اگر چہ کتنے امن کے ماحول میں اور عیش و آرام میں ہو۔ جیسے ہی یہ حقیقت عملی انداز میں انہیں سمجھائی ساتھ ہی ارشاد فرما دیا کہ اب اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کیلئے نکلو اور اس استحضار کے ساتھ نکلو کہ اللہ تعالیٰ سمیع و علیم ہے۔ دل کا کوئی خیال یا زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔

فلسفۂ موت کو سمجھنے کے بعد جب مومن اپنے اندر جہاد کی قوت محسوس کرنے لگتا ہے تو ایک دوسرا مانع سامنے آ جاتا ہے۔ جہاد کیلئے سامان سفر اور سامان قتال کی ضرورت پڑے گی اور اس پر مال خرچ کرنا پڑے گا۔ اب مال کی محبت پاؤں کی زنجیر بننے لگی فرمایا کہ فکر نہ کرو، ہم یہ مال جو اگر چہ ہمارا ہی دیا ہوا ہے تمہیں بطور قرض دے رہے ہیں اور اس کی واپسی بھی برابر سرابر نہیں بلکہ اضعافاً مضاعفۃً (کئی گنا بڑھا کر) ہوگی، اس لئے تنگی نہ محسوس کرو دل کی خوشی سے مال خرچ کرو۔ اب قرآنی تربیت کا اعجاز ملاحظہ فرمائیں کہ جان و مال کی محبت دل سے محو ہوتے ہی مومن جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ بنی اسرائیل یہ حکم سننے کے بعد اپنے نبی کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور انہوں نے قتال پر نکلنے کی اجازت مانگ لی۔ لیکن تربیت یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ میدانِ جنگ میں ثبات کے لئے ابھی مزید پختگی کی ضرورت ہے اس کے لئے ابھی اور امتحانات ہوں گے۔ ہر امتحانی مرحلے پر کامیاب لوگ آگے بڑھتے جائیں گے اور ناکام لوگ ''ناک آؤٹ'' ہو کر لشکر سے بچھڑتے جائیں گے، دشمن کے مقابل صرف وہی جماعت پہنچ پائے گی جو ان تمام تربیتی مراحل کو استقامت سے طے کرتی جائے گی۔ اب

اسی قصہ میں دیکھئے! نبی علیہ السلام نے یہ جانتے ہوئے کہ قوم حکم سن کر قائم نہ رہ سکے گی انہیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ سے حکم نہ مانگو ورنہ بعد میں نہ مان کر گنہگار رہو گے۔قوم نے کہا نہیں اب ہم چونکہ سمجھ چکے ہیں کہ ہماری ذلت اور پستی کا علاج صرف جہاد ہی ہے اس لئے ہم ضرور جائیں گے۔ نبی نے ان کا اصرار دیکھ کر حکم مانگ لیا۔حکم آتے ہی شیطان نے وسوسے ڈالنا شروع کر دیئے، سب سے پہلے مرحلے پر تو اس نے عواقب سے ڈرایا کہ سوچ لو اتنے طاقتور دشمن کا مقابلہ کیسے کرو گے؟ ابھی تو تمہیں تیاری اور ساز وسامان کی ضرورت ہے، تمہارے پاس ٹیکنالوجی نہیں ہے، دشمن جتنے وسائل نہیں ہیں، وغیرہ وغیرہ۔گویا کہ اس نے انہیں ''حسن نثار'' کا کوئی کالم پڑھا دیا۔نتیجتاً بہت سارے لوگ ان موانع کے جال میں آ گئے اور جہاد پر جانے سے رک گئے جو اس جال سے بچ گئے ان کے لئے آگے ایک سخت امتحان تیار ہے۔

جہاد کی ادائیگی کے لئے امیر جہاد کا تقرر ناگزیر ہے، نبی علیہ السلام سے درخواست کی گئی کہ امیر مقرر کیا جائے، لازمی بات ہے وہ اسی قوم کا ایک فرد ہی ہوگا ضروری نہیں کہ سب لوگ اسے پسند کریں، کسی کو خاندانی بڑائی کی بناء پر کسی کو مالی وجاہت کی بنیاد پر اور کسی کو جسمانی قوت کے زعم میں اس کا تقرر پسند نہیں آئے گا، کئی لوگ اس جال میں پھنس کر لشکر سے کٹ جائیں گے۔ نبی علیہ السلام نے طالوت کو امیر لشکر بنا دیا اور امیر جہاد کے تقرر کا شرعی اصول بھی بیان فرما دیا کہ جہاد میں امیر وہ شخص ہوسکتا ہے جو علمی حیثیت سے ممتاز ہو تا کہ شریعت کے مطابق جہاد کرا سکے اور جنگی مہارت میں ممتاز ہو تا کہ صحیح تدبیر کے ساتھ لشکر کو لڑا سکے۔ان دو اصولوں کی بناء پر طالوت امیر لشکر مقرر ہوئے اور کئی لوگ قومیت، عصبیت اور خاندانی وجاہت کے جال میں پھنس کر جہاد سے محروم رہ گئے، اب آگے ایک اور مرحلہ درپیش ہے، امیر لشکر کے فیصلوں پر ہر شخص کا مکمل شرح صدر اور اطمینان مشکل ہے، کچھ لوگوں کو فیصلہ پسند آئے گا کہ ان

کی رائے کے مطابق ہوگا اور کچھ لوگوں پر نا گوار گزرے گا کہ ان کے مشورے کے خلاف ہوگا یا ایسا فیصلہ ہوگا جس کی تفصیلات سے امیر لشکر کسی مصلحت کی بناء پر لشکر کو آگاہ نہیں کر سکے گا۔

اب شیطان یہ جال ڈالے گا کہ ان لوگوں کو نافرمانی یا احساس ذلت کا شکار کر کے لشکر سے توڑ دے گا۔ طالوت لشکر لے کر نکلے، راستے میں ایک نہر آئی جس کے پانی کی خاصیت یہ تھی کہ زیادہ پینے سے پیٹ پھول جاتا تھا۔ انہوں نے اہل لشکر کو حکم دیا کہ ایک چلو سے زائد پانی نہ پئیں۔ اہل لشکر میں سے بعض کو ان کا یہ حکم نا گوار گزرا اور انہوں نے نافرمانی کر لی اور جہاد سے رہ گئے۔ جنہوں نے بات مان لی وہ آگے بڑھ گئے۔ اب آخری امتحان درپیش ہے، ان کی تعداد گھٹتے گھٹتے بلکہ یوں کہئے کہ صاف ہوتے ہوتے ۳۱۳ رہ گئی۔ سامنے دو لاکھ کا لشکر جرار موجود ہے، زرہ پوش اور اسلحہ سے لیس۔ اب شیطان اپنا آخری جال لایا۔ اس نے لشکر کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی بابت بدگمانی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔ دشمن کی قوت کے رعب میں مبتلا کرنے کا حربہ آزمایا، دلوں میں کچھ شک اور کچھ کمزوری آنے لگی تو علاج ارشاد فرما دیا۔ نیچے نہیں اوپر دیکھو، اوپر ایک قوی، عزیز، غالب ہستی موجود ہے جس کی طاقت کے آگے نیچے والوں کی طاقت مچھر کے پر کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ آگے نہیں پیچھے دیکھو، تمہیں شیطان مستقبل کے خدشات میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہا ہے تم ماضی سے سبق لو، ماضی میں جو اسی صورتحال میں ڈٹ گئے تھے ان کے مقابل پسپا ہو گئے تھے اور انہیں فتح ملی تھی۔ سو اوپر والے رب کی طرف نظر ہوئی نیچے والوں کی جھوٹی طاقت کا رعب چھٹ گیا، ماضی کی روشن مثال کی طرف نظر گئی، مستقبل کے بے بنیاد خطرات اوجھل ہو گئے، ساتھ ہی نسخہ ارشاد فرما دیا کہ ایسی صورتحال پیش آئے تو فوراً کثرت سے ذکر کرنے لگ جایا کرو سب کچھ ٹھیک نظر اور سمجھ آنے لگے گا۔

دو بڑے سوالوں کا جواب مل گیا.....

(۱) جہاد کون کرسکتا ہے؟

وہ..... جو جان و مال کی محبت سے دامن دل چھڑالے، خدشات سے نظر چرالے، اطاعت کو اپنالے، عصبیت، قومیت، بڑائی کے ناپاک جذبوں اور امیر کی نافرمانی سے خود کو بچالے۔ دشمن کی طاقت سے آنکھ ہٹالے اور دل کو ذکر اللہ میں لگالے۔

(۲) مجاہد کم کیوں ہوتے ہیں؟

شیطان کے قدم قدم پر پھیلائے ہوئے جالوں سے بچ نکلنا ہر شخص کا کام نہیں، یہی جال اپنے اندر پھنسا کر اکثریت کو جہاد کے میدان تک پہنچنے سے روک لیتے ہیں، جو عالی ہمت اہل عزیمت ان سے دامن بچا پاتے ہیں وہی جہاد کا عمل سرانجام دیتے ہیں۔

قرآنی تربیت یافتگان کی یہ جماعت جب کافروں سے لڑی تو پہلے ہی ہلے میں فتح یاب ہوگئی، کفار کا سردار مارا گیا اور لشکر پسپا ہوگیا۔ جہاد کرنے والوں کو دنیا کی نعمتیں بھی ملیں اور آخرت کی بھی۔

آپ بتایئے!

کیا جہاد کی اس سے بہتر اور مکمل تربیت کوئی اور فراہم کرسکتا ہے جو قرآن نے بہم پہنچائی؟

اب جہادی تربیت گاہیں بند کرنے والے ان عقل کے اندھوں کو کون سمجھائے کہ جہاد کی تربیت بند کرنا انسانی قدرت کی بات ہی نہیں لیکن چھوڑیئے نہ سمجھایئے! یہ ٹکریں مارتے ہی رہیں تو اچھا ہے!

☆☆☆

رفعتوں کا پاسباں

مولانا محمد مقصود شہیدؒ

بینا لوگوں نے تو بہت پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ صلیب کے پرستار توحید کے فرزندوں کے خلاف جس جنگ کا آغاز کر رہے ہیں یہ بالآخر خود انہیں کے گلے جا پڑے گی۔ لیکن ..... اس وقت کون کس کی سنتا تھا؟ ..... جن نظروں میں طاقت کا خمار ہو، انہیں مظلوموں کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کی طاقت کا کیسے ادراک ہوسکتا ہے؟ ..... جن لوگوں کو اپنی طاقت پر گھمنڈ ہو، وہ بے گناہوں کی آہوں کی اثر انگیزی کا کیسے احساس کر سکتے ہیں؟ ..... جو لوگ زمین پر بسنے والے کمزور انسانوں کو ملیا میٹ کر دینے چلے ہوں، انہیں آسمان والے کے قہر و غضب کا اندازہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جو لوگ، لوگوں کو اپنا غلام اور اپنے آپ کو ان کا خدا سمجھیں انہیں عرش والے کے سچے اور پکے وعدوں پر کیسے یقین آ سکتا ہے؟

بس اسی لئے تو بر و بحر پر لرزہ طاری کر دینے والے جہازوں نے ہر طرف تباہیاں پھیلائی تھیں، خوفناک میزائلوں نے ہنستی بستی بستیاں ویران کر ڈالی تھیں، آہنی ٹینکوں نے غریبوں کی جھونپڑیاں مسمار کر ڈالی تھیں اور درندہ صفت وحشیوں نے نہتے، کمزور اور بے بس انسانوں کا خون بہایا تھا ..... انسانیت کے خلاف ان بھیانک جرائم کا ارتکاب کرتے وقت وہ یہ بھول گئے تھے کہ ہر عمل کا ردعمل بھی ہوتا ہے، اور جب یہ ردعمل شروع ہوتا ہے، تو ''کھیل'' بگڑ جایا کرتے ہیں، ''سازشیں'' پلٹ جایا کرتی ہیں، تدبیریں'' الٹ ہو جاتی ہیں اور تب صیاد خود اپنے دام میں

آ جاتا ہے، شکاری خود شکار ہو جاتا ہے یا یہ کہئے کہ آسمان کا تھوکا منہ کو آ لگتا ہے۔

خدائی طاقت کا غرور دل میں بسائے، ٹیکنالوجی کے نشے میں چور، پوری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھنے والے سیاہ دل گورے اپنے چنگیزی لشکر لئے ہوئے پوری آب وتاب کے ساتھ عالم کو مسخر کرنے چلے تھے، انہوں نے اپنے جذبۂ جہانگیری کی تسکین اور شوقِ عالمگیری کی تکمیل کیلئے کابل سے بغداد تک لاکھوں ٹن بارود برسایا، بستیوں کو اجاڑا، آبادیوں کو ویران کیا، پھول جیسے معصوم بچوں کو دیواروں پر پٹخ پٹخ کر مار ڈالا، باحیاء شہزادیوں کو اپنی حیوانی ہوس کا نشانہ بنایا، ماؤں سے ان کے جگر گوشے چھینے، والدین سے ان کے سہارے کھینچے، جوانوں کو پھانسیوں پر لٹکایا، بوڑھوں کو زندگی کی بھیک مانگنے پر مجبور کیا، قرآن مجید ان کی درندگی کا شکار ہوا، مساجد ان کے تعصب کا نشانہ بنیں، جی ہاں! مہذب اور ترقی یافتہ کہلانے والے ان ممالک نے جن کی تقلید کو آج اوجِ ثریا سمجھ لیا گیا ہے، انسانیت اور اسلامیت کے خلاف ایسے ہولناک، وحشت انگیز اور کربناک جرائم کئے جنہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، روح کانپ اٹھتی ہے، دل خون کے آنسو روتا ہے اور آنکھوں سے لڑیاں بہنے لگتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس شب دیجور کو سپیدۂ سحر کہا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لڑی جانے والی اس خونریز جنگ کو دہشت گردی کے خلاف سلامتی کی جنگ قرار دیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو یا تو کفر کی طاقت سے مرعوب اور خوفزدہ ہو کر اب اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مسلمانوں کے غلبے سے مایوس ہو چکے تھے، یا دولت کی چمک دمک نے انہیں دشمنوں کا چاپلوس بنا دیا تھا۔ ایسے لوگوں نے ان کٹھن حالات میں ہر طرف، ہر جگہ یہی پروپیگنڈہ کیا کہ اب مسلمانوں کی عظمت رفتہ واپس نہیں لوٹ سکتی، طاقتور کافروں کا راستہ نہیں روکا جا سکتا، لہٰذا بہتر ہے کہ ان کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے جائیں اور انہیں اپنے سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا جائے اور اگر یہ نہیں تو کم از کم

چپ ہی سادھ لی جائے، کہ کہیں دشمن ہمیں بھی اپنا دشمن نہ سمجھ لے۔

مگر مایوسی اور چاپلوسی کے اس دور میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی فطرت میں حریت پائی ہے، یہ لوگ شروع سے آزاد تھے، آج بھی آزاد ہیں اور ہمیشہ آزادر ہیں گے، خواہ اس آزادی کی قیمت انہیں اپنی گردنیں کٹا کر اور لہو بہا کر ہی چکانی پڑے۔

جی ہاں! یہی وہ لوگ ہیں جو.....افغانستان سے لے کر عراق تک آج بھی اپنا تن من دھن قربان کر کے صلیب کے پجاریوں کو لوہے کے چنے چبانے پر مجبور کر رہے ہیں، انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے ہیں، اور ان کی لاشوں کو ''روسٹ'' کر کے آہنی پلوں پر لٹکا کر پوری دنیا کیلئے درس عبرت بنا رہے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کا خیال تھا کہ وہ ایسے لوگوں کو چن چن کر ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے یا کم از کم انہیں پابند سلاسل ضرور کر لیں گے، لیکن دنیا والوں نے دیکھا کہ ایسا نہیں ہوا۔ امریکی تو رابورا کو القاعدہ کا قبرستان بنانے گئے تھے اور وہاں خود اپنی ہی لاشیں چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے، کابل اور خوست میں طالبان تو نہ ملے البتہ صلیبیوں کی لاشیں یہاں ہر روز بکھری پڑی نظر آتی ہیں، وانا کے پہاڑوں میں ''غیر ملکی دہشتگرد'' تو نہ پکڑائی دیئے البتہ انہیں تلاش کرنے والے اپنا بہت کچھ کھو آئے۔ بغداد، فالوجہ اور نجف کے گلی کوچے عراقیوں کی بجائے عراق کو ''فتح'' کرنے والوں کے ناپاک لہو سے رنگین نظر آ رہے ہیں۔

دراصل کہانی یہ ہوئی کہ جب وقت کے فرعون سے ٹکر لینے والے باوجود ہزار خواہشوں کے بزدل دشمن تک پوری طرح پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہے تھے تو قدرت نے ان کی مدد کی اور پھر ڈرپوک دشمن اپنے آپ کو موت سے بچانے کیلئے خود موت کی وادیوں تک پہنچ گیا۔ یوں سرفروشوں کو اپنا شکار اپنے ہی گلی کوچوں میں مل گیا، جہاں وہ اب اسے جیسے چاہتے ہیں اور جب

چاہتے ہیں مار ڈالتے ہیں۔

اللہ کی لاکھوں رحمتیں ہوں ان پر، اور فرشتوں کی مدد ہو ان کے ساتھ، بے شک عالم اسلام کی آزادی انہیں سرفروشوں کے دم سے قائم ہے، اسلام کی عظمت انہیں کے لہو سے تابندہ ہے، اور یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے زخموں سے چور بدن، اکھڑی اکھڑی سانسوں، فلک شگاف نعروں اور فولادی عزائم سے وقت کے فرعونوں کو یہ پیغام سنا رہے ہیں کہ مسلمان زندہ ہیں.....اسلام زندہ ہے۔

جہاد پر اِستقامت

قاری نوید مسعود ہاشمی

یہ سات اکتوبر 1991ء کی یخ بستہ صبح کی بات ہے مجاہدین کا ایک دستہ گردیز کو فتح کرنے کیلئے بڑھتا چلا جا رہا تھا، مسلح مجاہدین آپس میں محوِ گفتگو تھے، ایک دوسرے سے معافیاں مانگی جا رہی تھیں، ہر مجاہد کی پیشانی شہادت کے نور سے چمک رہی تھی ہر مجاہد دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ دیکھنا اگر تم مجھ سے پہلے شہید ہو گئے تو قیامت کے دن مجھے بھول مت جانا بلکہ اپنے ساتھ جنت میں لیکر جانا، ایسے میں ایک مجاہد پر مکمل خاموشی طاری تھی، وہ چپ چاپ ذکر کرنے میں مصروف تھا، قریب بیٹھے ہوئے ساتھی نے اسے جھنجھوڑا اور کہا کہ تم خاموش کیوں ہو جواب کیوں نہیں دیتے، وہ مجاہد مسکرایا اور بولا اگر میں آج پہلے شہید ہو گیا تو وعدہ کرتا ہوں کہ قیامت کے دن صرف اسی کی سفارش کروں گا جو اپنی آخری سانسوں تک تحریک جہاد سے اخلاص کے ساتھ جڑا رہے گا، اس وقت تو اس کی یہ بات کسی کو سمجھ نہ آئی پھر معرکہ گردیز لڑا گیا میرا وہ عظیم جانباز مجاہد بھائی مولانا اختر محمودؒ لائٹ مشین گن کی گولی کا نشانہ بن کر خلد بریں میں جا پہنچا، میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے اسکے گاؤں حویلیاں کینٹ میں ''کوکل برسین'' کے قبرستان میں لحد میں اتارا، یہ وہی اختر محمودؒ ہے کہ جس نے امیر المجاہدین حضرت اقدس الشیخ مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ کو دعوت جہاد پر کھڑا کیا تھا.....آج 17 سال گزرنے کے بعد جب میں شہید اختر محمودؒ کی محاذ جنگ پر شہادت سے قبل مانگی ہوئی دعا کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے اس دعا

کی افادیت کی یوں سمجھ آتی ہے، کتنے ہی نوجوان تھے جو مجاہدین کے شانہ بشانہ محاذوں پر سرگرم عمل رہے، ان کا وقت مجاہدین کے ٹریننگ سنٹروں میں بھی گزرا، وہ جہاد سے محبت کا اظہار بھی کرتے رہے، لیکن پھر آہستہ آہستہ ''کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا'' کے مصداق جہاد سے کٹ کر گھروں میں بیٹھ گیا، کوئی شیطانی وسوسوں کا شکار ہوا، تو کوئی بزدلی کا نشانہ بنا، کسی نے گھریلو مجبوریوں کو بہانہ بنایا تو کوئی مجاہد قیادت کے نیچے آنے والی بڑی بڑی گاڑیوں کا دکھ پالے گھر کا ہو رہا.....ان گزرے ہوئے سترہ برسوں میں لاتعداد مجاہد فضول وسوسوں اور اندیشوں کا نشانہ بن کر دنیا کے بکھیڑوں میں گم ہو گئے.....ان کے تحریک جہاد سے کٹ جانے سے مجاہدین کو تو کوئی فرق نہ پڑا، کیوں کہ جہاد اللہ رب العزت کا وہ عظیم حکم ہے جس پر قرآن کریم کی 558 آیات جہاد 14 سو سال سے گواہی دیتی آئی ہیں، جس حکم کا ذکر سینکڑوں بار قرآن پاک میں ہو چکا ہے، جس فریضہ پر احادیث رسول ﷺ کے سینکڑوں ابواب شہادتیں دے رہے ہوں.....جس حکم کو پورا کرنے کیلئے خود خالق کائنات کے محبوب پیغمبر ﷺ 27 مرتبہ میدانوں میں نکلے ہوں، آپ کے رخسار مبارک کا مقدس لہو جس حکم کو پورا کرتے ہوئے میدان میں گرا ہو، آپ کے دانت مبارک جس حکم کی تکمیل کی خاطر شہید ہوئے ہوں، جس فریضہ کو ادا کرتے ہوئے محسنِ انسانیت ﷺ نے اپنے پیارے صحابہ کرامؓ کے کٹے پھٹے جسم میدانوں سے اٹھائے ہوں.....اپنے چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے جسم کے ٹکڑے جمع کئے ہوں، سیدنا مصعب بن عمیرؓ کا مقدس لاشہ اٹھایا ہو.....جس راستے کو اختیار کرتے ہوئے آقائے نامدار ﷺ نے اپنے 70، 70 پیارے ساتھیوں کے جنازے اٹھائے ہوں.....اس راہ پر چلتے چلتے اگر کوئی ساتھ چھوڑ جائے تو وقتی تکلیف اور دکھ تو ضرور پہنچتا ہے.....لیکن نقصان میں وہی رہتا ہے کہ جو شیطانی وسوسے پال کر جہاد کی راہ چھوڑ کر گھر بیٹھ جاتا ہے.....گزرے ہوئے 18 سالوں میں

ان گنت دوست اور ساتھی محاذوں پر شہید ہوئے اور ایسے بھی بہت سے تھے جو سب کچھ چھوڑ گھروں کے باسی بن گئے .....سوال یہ ہے کہ جو شیطانی وسوسوں اور بے بنیاد خدشات کا شکار ہوکر جہاد چھوڑ بیٹھا کیا اس کے گھر بیٹھ جانے سے جہاد بند ہوگیا؟ کیا اس کے کٹ جانے سے تحریک جہاد کی حرمت میں کوئی فرق پڑا؟ اور پھر جہاد سے کٹ کر بیٹھنے والوں میں بھی کئی قسم کے لوگ تھے۔

ان میں کچھ تو وہ تھے جو واقعی بعض مجبوریوں کا شکار بن کر بیٹھنے پر مجبور ہوئے لیکن وہ مجاہدین کیلئے دعا گو اور دعا جو ضرور رہے، کسی نہ کسی کھاتے میں دامے درمے سخنے مجاہدین کی مدد پر آمادہ و تیار رہے، لیکن جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے والوں میں ایک گروہ ایسا بھی تھا، جو جہاد کی تحریک سے علیحدہ تو اپنی مجبوریوں کی بنا پر ہوا..... مسائل تو اس کے اپنے تھے، جن ناپاک خواہشات کی تکمیل لیکر وہ تحریک جہاد میں شامل ہوا تھا، مجاہدین کے منظّم نیٹ ورک کی برکت اور اللہ کی طاقت سے جب اس کی ناپاک آرزوؤں کی تکمیل نہ ہوئی تو وہ گروہ جہادی تحریک سے بھاگ کھڑا ہوا.....لیکن اپنے اس بھاگنے کو اس گروہ نے اصول پسندی کا نام دیتے ہوئے مجاہدین پر سب وشتم کو اپنا نصب العین بنا لیا.....مجاہدین کی بدخوئیاں کرنا، برائیاں اچھالنا، مجاہدین کیخلاف نت نئے جھوٹے افسانے تراشنا اس گروہ نے اپنا خاصہ بنا لیا، اس گروہ کے بعض گرگے جو دنیا کے سامنے جہادی سٹیجوں پر نمودار ہوکر پاکستان میں جمہوریت کی نفی کیا کرتے تھے اور اپنا مرنا جینا میدان جہاد کے ساتھ وابستہ گردانا کرتے تھے..... پھر اسی گندی سیاست کے کیچڑ میں لت پت ہونے پر فخر محسوس کرنے لگے..... یہ گروہ مجاہدین کا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکا جہاد کے میدان بھی سجے رہے، شہادتوں کے کارواں بھی چلتے رہے، البتہ اس گروہ کا اپنا نقصان یہ ہوا کہ یہ گروہ ''نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا رہا'' ''نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم'' کی زندہ مثال

بن کر آج پاکستان کی گلیوں کوچوں میں سیاسی سٹیجوں پر نمودار ہو کر چیخ چیخ کر یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ ''دیکھو مجھے دیدہ عبرت نگاہو''

مطلب یہ کہ تحریک جہاد سے جو بھی وابستہ ہوا وہ عزت، عظمت اور رفعت پا گیا..... جس طرح جہاد ایک عام سے شخص کو اوج ثریا کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے یعنہ اسی طرح جو تحریک جہاد کا غدار یا بھگوڑا ہوتا ہے اسے یہی جہاد سیاست کے کیچڑ میں منہ کے بل گرنے پر مجبور بھی کر دیتا ہے..... میں نے اپنی زندگی میں دیکھا 1991ء ہی میں پاکستانی مجاہدین کے محبوب ترین کمانڈر عبدالرشید شہیدؒ ہوا کرتے تھے خوست کے مورچوں پر مجاہدین انہیں کی کمان مین روسی افواج پر بڑھ چڑھ کر حملے کرتے تھے، میری ان سے بھی بڑی دوستی تھی ایک دفعہ میں نے ان سے سوال کیا کمانڈر صاحب آپ کی تعلیم کتنی ہے تو فرمانے لگے کہ بھائی ''میں چٹا ان پڑھ ہوں اور جہاد میں شامل ہونے سے پہلے ڈیرہ اسماعیل خان میں واقع گومل یونیورسٹی میں طلباء کے ہاسٹل میں روٹیاں لگایا کرتا تھا'' میں حیرت سے اس عظیم کمانڈر کو دیکھتے ہوئے سوچتا رہا کہ اللہ کی شان دیکھئے کہ یہ جہاد کی برکت ہی تو ہے کہ کراچی سے حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ، حضرت مفتی ولی حسن درویشؒ، حضرت مفتی عبدالسمیعؒ شہید، حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ شہید جیسے جید علماء سینکڑوں میل کا صعوبتوں بھرا سفر کر کے محاذ جنگ پر ان کے پاس پہنچا کرتے تھے اور ایک موقع پر تو غالباً حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم تو کمانڈر عبدالرشیدؒ کی باتیں سن کر اپنے دلوں کو سکون بخشتے ہیں، کمانڈر عبدالرشید شہید نے یہ مقام صرف میدان جہاد میں استقامت کی برکت سے حاصل کیا تھا..... بے شک علم بہت بڑی دولت ہے، لاریب علم کی دولت کا مقابلہ دنیا کی کسی اور دولت سے نہیں کیا جا سکتا لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ اگر جہاد کے میدان میں اخلاص کے ساتھ کوئی ان پڑھ بھی کود پڑا تو اللہ پاک نے میدان جہاد کی برکت

سے اس پر علم وعرفان کے دروازے کھول دیئے اس لئے کہ جو شخص جہاد میں مضبوط دل کے ساتھ ثابت قدم رہتا ہے، ہوائیں کیسی بھی کیوں نہ چل پڑیں..... پریشانیاں جتنی چاہیں گھیر لیں، مجبوریاں چاہے پاؤں کی بیڑیاں بن جائیں.....دنیا جتنا مرضی اشکالات کا طوفان کھڑا کر دے، حکومتیں جس قدر چاہے جبر وستم کے ہتھکنڈے آزمالیں، آپس میں جتنے مرضی اختلافات کیوں نہ ابھر پڑیں، ان سب باتوں کے باوجود بھی اگر اسکا جذبہ جہاد سلامت رہتا ہے اور وہ اپنے مشن کی تکمیل کیلئے ڈٹ جاتا ہے تو پھر ایسے ہی شخص پر آسمان سے نورانی فرشتے اترتے ہیں اور اسے تلقین کرتے ہیں کہ اب تجھے ڈرنے یا غمزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم تو تیرے لئے جنت کی بشارت لیکر آئے ہیں .....مجاہدین خواہ کسی تنظیم اور کسی خطے کے کیوں نہ ہوں میری ان سے دردمندانہ اپیل ہے کہ خاندانی حالات، ملکی حالات یا عالمی حالات دیکھ کر کفریہ طاقتوں کے پراپیگنڈے سے متاثر ہوکر میدان جہاد سے بیٹھ جانا ان کیلئے کسی طور پر بھی مناسب نہیں، اللہ کا جہاد نہ تو کسی حکومت کا محتاج ہے اور نہ کسی شخصیت کا، بلکہ یہ ایک مستقل فریضہ ہے جس طرح نماز مرتے دم تک پڑھنی پڑے گی، روزے تاحیات رکھنے پڑیں گے، ویسے ہی جہاد بھی مرتے دم تک کرنا پڑیگا اور جو جہاد کرنا چاہتا ہے اس کیلئے لازم ہے وہ تحریک کے امیر سے تشکیل کروا کر اپنی اگلی زندگی کی ترتیب بنائے، 17 سال قبل محاذ جنگ پر مانگی ہوئی شہید اعظم اختر محمودؒ کی دعا آج بھی اسی طرح تروتازہ اور سدا بہار ہے.....آیئے ہم اس بات کا عزم کرلیں کہ انشاءاللہ ہم مرتے دم تک جہاد کی تحریک سے وابستہ رہیں گے، شاید قیامت کے دن اختر محمودؒ سمیت دیگر شہداء کرام کی مقدس جماعت ہمیں پہچان لے اور پھر ہم بھی ان شہداء کے ہمرکاب ہوکر جنت کے حقدار بن جائیں .....انشاءاللہ

☆.....☆.....☆

سب سے بڑی دلیل

مولانا اورنگزیب انظر

اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں اور ہمیں نظر عبرت اور عقل سلیم عطا فرمائیں، میں نے کتاب سے نظریں ہٹائیں اور بے اختیار میرے منہ سے یہ دعا نکلی اور میں نظریں اٹھا کر چھت کو گھورنے لگا، میرے ذہن میں مختلف مناظر ایک فلم کی طرح گھوم رہے تھے، یہ مناظر ان مجالس کے تھے جو سفر و حضر میں دیکھنے اور سننے کو ملتی ہیں۔ ٹرین کی بوگی ہو یا کوئی ہوٹل، بازار ہو یا مسجد کا مقدس ماحول ہر جگہ یہ مجلسیں آپ کو نظر آئیں گی اور ان سب مجلسوں میں ایک ہی بات ہوگی کہ مجاہدین نے اسلام کو بدنام کر دیا ہے یہ چند ناعاقبت اندیش سر پھرے لوگ ہیں جنہوں نے ساری قوم کو مصیبت میں ڈال دیا ہے ان کو کافروں کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے، ان کو حالات کی سمجھ نہیں ہے، اپنے جذباتی فیصلوں سے ساری دنیا کو اپنا دشمن بنا لیا ہے، یہ باتیں سن کر اگر آپ یہ کہیں گے کہ یہ لوگ تو جہاد کے داعی ہیں اور جہاد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، تو پھر صاحب مجلس مجاہدین کو چھوڑ کر جہاد کا حشر کرنا شروع کرینگے تو آپ کانوں کو ہاتھ لگانے پر مجبور ہو جائیں گے جی ہاں جہاد کی کوئی اڑھائی تین سو اقسام ہونگی، اولاً تو ان اقسام کی بھول بھلیوں میں آپ اصل جہاد تک پہنچ ہی نہ پائیں گے اور اگر کوشش کر کے پہنچ گئے تو پھر اسکی نامعلوم کئی ایسی شرائط ہونگی جن کا پورا ہونا اسلئے بھی ممکن نہیں کہ ان کا کسی کو علم ہی نہیں۔ پھر اگر آپ شرائط کے گھن چکر سے بھی نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو آگے آپ کو مصلحت و حکمت کا پھاٹک بند ملے گا اب آپ لاکھ کوششیں کر

لیں اس کو پار نہیں کر سکیں گے کفر کی طاقت کا چرچا اور اپنی کمزوری کا اظہار، پھر اسی پر سینکڑوں کی تعداد میں اخباری دلائل اور میڈیا کی حجتیں کہ آپ اپنے علم سمیت پانی پانی ہو جائیں گے اور بالآخر ان کی ہاں میں ہاں ملانے پر مجبور ہو جائیں گے اور ان سر پھرے سرفروشوں کو کوسنے لگیں گے جو اس زمانے میں جہاد کا نام لیتے ہیں۔

آپ بھی سوچ رہے ہونگے کہ یہ کونسی کتاب پڑھتے پڑھتے ان مجلسوں کے خیال میں گم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگا۔ لیجئے میں بتا دیتا ہوں، مجھے آقا ﷺ کی ایک سنت کے بارے میں سیرت کی کتابوں سے حوالہ تلاش کرنے کا کام سونپا گیا اس سلسلے میں سیرت کی بہت سی کتابیں دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ان کتابوں کو دیکھ کر بے اختیار منہ سے دعا نکلی اور ان مجالس کے خیالات ذہن میں گردش کرنے لگے کیونکہ سیرت کی جو بھی کتاب اٹھائی جائے اس میں جتنی جگہ پر آقا مدنی ﷺ کی باقی سیرت کا تذکرہ ہے اتنی ہی جگہ پر آقا ﷺ کی صرف جہادی زندگی کا تذکرہ ہے اگر کوئی کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے تو اس کی ایک جلد میں صرف غزوات کا تذکرہ ہے اور عربی کی بڑی بڑی سیرت کی کتابوں میں غزوات کے تذکرے کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔ آقا ﷺ کے غزوات کا تذکرہ اور اس وقت مسلمانوں اور کافروں کی طاقت اسباب کا توازن دیکھ کر آج کل کے دانشوروں کی باتیں مذاق معلوم ہوتی ہیں۔ جی آپ خود اندازہ لگائیں اسلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں پناہ گزین تھا پیروکاروں کی تعداد محض سینکڑوں میں تھی، پورا جزیرہ عرب اور روم و فارس وقت کی دونوں سپر طاقتیں دشمن تھیں، اگر اس زمانے میں کفر اور اسلام کی نسبت کو نقشے پر دکھانے کی کوشش کی جاتی تو کالے صفحے پر باریک قلم کی نوک سے سفید نقطہ لگانا کافی ہوتا۔ ایسے وقت میں اگر آج کے مفکر اور دانشور موجود ہوتے تو کیا رائے دیتے؟ مگر آقا ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کیجئے تو عقل سے پردے ہٹیں گے،

روم و فارس کے بادشاہوں کو خط لکھے جا رہے ہیں کہ تسلیم ہو جاؤ تو سلامتی پاؤ گے۔ کائنات کی سب سے عظیم ہستی ہاتھوں میں تلوار لئے میدان جنگ میں نظر آ رہی ہے۔ کائنات کا سب سے مقدس اور قیمتی خون میدان جنگ میں بہہ رہا ہے اور ادھر سے قرآن کا اعلان ہے۔ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**، اب ہمارے لئے یہ کیسے جائز ہے کہ ہم گناہوں سے لتھڑی ہوئی ہستیاں بچانے کیلئے مصلحت کے لبادے اوڑھ کر گھر میں بیٹھے کافروں کی طاقت کا رونا روتے رہیں، لیجئے آپ بھی دیکھئے آقا ﷺ کی جہادی زندگی کا مختصر منظر نامہ مگر پہلے دعاء کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائیں اور ہمیں نظر عبرت اور عقل سلیم عطا فرمائیں۔

غزوۂ ابواء

صفر ۲ ہجری میں ساٹھ مہاجرین کو جن میں کوئی انصاری نہ تھا اپنے ہمراہ لیکر قافلہ قریش اور بنو ضمرہ پر حملہ کرنے کیلئے ابواء کی طرف روانہ ہوئے۔ اس غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا بے مقصد نہیں تھا بلکہ اہل مکہ پر دھاک اور بنی ضمرہ سے صلح کے معاملے میں اپنی شرائط منظور کروانی تھیں۔ اس غزوہ کو غزوۂ ودّان بھی کہتے ہیں۔

غزوۂ بواط

آپ ماہ ربیع الاوّل ۳ ہجری یا ربیع الثانی میں دوسو مجاہدین کو لیکر قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کیلئے بواط کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش کے اس قافلے میں ڈھائی ہزار اونٹ تھے اور امیّہ بن خلف کے ہمراہ سو آدمی تھے۔ دوسو مجاہدین کا لشکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت میں جہاں سے گزرتا راستے کے قبائل پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھتی جا رہی تھی۔

غزوۂ عشیرہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمادی الاولیٰ ۲ ہجری میں دوسو مہاجرین کو لے کر قریش کے تجارتی

قافلے کو روکنے کیلئے نکل پڑے کیونکہ اہل قریش مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی جنگ کی تیاری کررہے تھے اس تیاری میں خلل ڈالنے کیلئے یہ لشکر روانہ کیا گیا تھا، سفر کرتے ہوئے مقام ذی العشیرہ پہنچ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے قافلہ نکل چکا تھا، بنی مدلج سے معاہدہ کر کے بلا جنگ کئے ہوئے مدینہ منورہ واپس ہوئے۔

غزوۂ سفوان

غزوۂ عشیرہ سے واپسی کے بعد تقریباً دس روز آپ نے مدینہ میں قیام فرمایا ہوگا کہ کُرز بن جابر فہری نے مدینہ منورہ کی چراگاہ پر شب خون مارا اور اونٹ، بکریاں لے بھاگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سنتے ہی اس کے تعاقب میں مقام سفوان تک گئے جو بدر کے قریب ایک جگہ ہے مگر آپ کے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے ہی کُرز یہاں سے نکل چکا تھا اس لئے مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ اس غزوہ کو غزوۂ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔

غزوۂ بدر کبریٰ

یہ غزوہ غزواتِ اسلام میں سب سے بڑا غزوہ ہے اس لئے کہ اسلام کی عزت وشوکت کی ابتداء اور کفر کی ذلت اور رسوائی کی ابتداء بھی اس غزوہ میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسلام کو بلا ظاہری اور مادی اسباب کے محض غیب سے قوت حاصل ہوئی اور کفر وشرک کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی کہ کفر کے دماغ کی ہڈی چور چور ہوگئی۔ آپ کو قریش کے قافلے کی خبر ملی، آپ اپنے جان نثاروں کو لیکر نکل کھڑے ہوئے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس مال کو غنیمت بنادے۔ کل تین سو تیرہ جانثار ساتھ تھے، بے سروسامانی کا یہ عالم کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ کفار مقابلے کے لئے طمطراق کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ آخر کفر کی کمر ٹوٹی ان کے ستر سردار مارے گئے ستر قید ہوئے اس امت کا

فرعون ابوجہل بھی مارا گیا، مسلمانوں کے ہاتھ بہت سی غنیمت آئی، مسلمانوں میں سے چودہ اصحاب شہید ہوئے۔

غزوۂ بنی قینقاع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے بعد بنی قینقاع اور بنی قریظہ اور بنی نضیر سے معاہدہ ہوا تھا کہ ہم نہ آپ سے جنگ کرینگے اور نہ آپ کے دشمن کو کسی قسم کی مدد دینگے مگر سب سے پہلے بنی قینقاع نے عہد شکنی کی اور نہایت درشتی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا اور آمادۂ جنگ ہوگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقینقاع کا محاصرہ فرمالیا وہ لوگ قلعوں میں محصور ہوکر بیٹھ گئے پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے سو عدد زرہیں اور دوسرا مال غنیمت لیکر شہر بدر کردیا۔

غزوۂ سویق

بدر کی ہزیمت کے بعد ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پر حملہ نہ کرونگا اس وقت تک غسل نہ کرونگا، چنانچہ اپنی قسم پوری کرنے کیلئے شروع ذی الحجہ میں دوسو آدمیوں کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا، مقام عُرَیض میں پہنچ کر دو شخصوں کو جو زراعت کررہے تھے شہید کردیا اور کچھ درخت وغیرہ جلائے اور واپس بھاگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے مگر کوئی ہاتھ نہ آیا، وہ لوگ بھاگتے ہوئے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے ستّو کے جو تھیلے ہمراہ لائے تھے وہ چھوڑ گئے وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق یعنی ستّو والا غزوہ ہے۔

غزوۂ غطفان

بنی ثعلبہ اور بنی محارب نجد میں جمع ہوئے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ اطراف مدینہ میں حملہ

کریں۔ آپؐ نے غطفان پر چڑھائی کی غرض سے نجد کی طرف خروج فرمایا، چار سو پچاس صحابہ آپ کے ہمراہ تھے۔ غطفانی آپ کی خبر سنتے ہی پہاڑوں میں منتشر ہو گئے صرف ایک شخص بنی ثعلبہ ہاتھ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی وہ اسلام لے آیا۔

غزوۂ بحران

ربیع الثانی میں آپ کو خبر ملی کہ مقام بُحران میں بنی سلیم اسلام کی مخالفت پر جمع ہو رہے ہیں آپؐ نے خبر پاتے ہی تین سو صحابہ کی معیت میں بحران کی طرف خروج فرمایا، وہ لوگ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر بھاگ گئے۔

غزوۂ احد

ابوسفیان وغیرہ سرداران قریش بدر میں ہونیوالی ہزیمت کا بدلہ لینے کیلئے تین ہزار کا لشکر جرار جو ہر قسم کے اسلحے سے لیس تھا لیکر مدینہ پر چڑھائی کی نیت سے نکلے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مشاورت سے مدینہ سے باہر رہ کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے قریب پہنچے تو عبداللہ بن ابی منافق تین سو آدمیوں کو لیکر واپس ہو گیا، اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کا دستہ احد کے پیچھے بٹھا دیا تا کہ قریش پشت سے حملہ نہ کر سکیں اور انہیں تاکید فرما دی کہ لڑائی کا فیصلہ کچھ بھی ہو رہا ہو آپ نے اس جگہ سے ہٹنا نہیں، لڑائی شروع ہوئی مسلمانوں کے دلیرانہ اور جان بازانہ حملوں سے قریش کے میدان جنگ سے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ ادھر اُدھر منہ چھپا کر بھاگنے لگے اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے لگے، تیراندازوں کی وہ جماعت جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل احد کی پشت پر تاکید کر کے بٹھایا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ فتح ہو گئی ہے تو ان میں دس کے علاوہ سب غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے، حکم

نبوی کے خلاف کرنا تھا کہ یکا یک فتح شکست سے بدل گئی، قریش نے پشت سے حملہ کر کے دس صحابہ کرام کو شہید کر دیا، مشرکین کے اس اچانک حملہ سے مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور دشمنان خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ پہنچے، اس حملہ سے بڑوں بڑوں کے پاؤں اُکھڑ گئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم استقلال میں ذرہ برابر تزلزل نہ آیا اسی افراتفری کا فائدہ اٹھا کر عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر پھینکا جس سے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید اور نیچے کا ہونٹ اور رخسار مبارک زخمی ہو گئے اور خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے، پیشانی مبارک زخمی ہو گئی۔ اسی افتاد میں کئی جانثار صحابہ شمع رسالت پر قربان ہو گئے، کئی جانثاروں نے اپنے ہاتھوں اور سینوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا رکھا تھا، اسی پریشانی میں بعض صحابہؓ شہید ہو گئے اور منافق اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگنے لگے جبکہ مخلص صحابہ پر اللہ تعالیٰ نے اس مشکل گھڑی میں اونگھ طاری فرما دی تا کہ ان کے دلوں سے غم دور ہو جائے۔

غزوۂ حمراء الاسد

قریش مکہ جب غزوہ احد سے واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں راستے میں خیال آیا کہ ہم نے اپنا کام مکمل نہیں کیا چنانچہ ہمیں واپس جا کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ خود مقابلے کے لئے نکل پڑے اور آپ کے زخمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بھرپور ساتھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نکل کر آٹھ میل دور حمراء الاسد نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا مشرکین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ خوفزدہ ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گئے۔

غزوۂ بنی نضیر

بنونضیر نے عہد شکنی اور شرارت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ کئی دن کے محاصرے اور مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے باغات کی تباہی کے بعد ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے رعب طاری کر دیا اور انہوں نے صلح کی درخواست کی چنانچہ انہیں اسلحے کے سوا باقی اتنا سامان جوان کے اونٹ اٹھا سکیں لے کر جلاوطن ہونے کی اجازت دے دی گئی۔

غزوۂ ذات الرقاع

رقاع کپڑے کے چیتھڑوں کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں چلتے چلتے ہمارے پاؤں پھٹ گئے تھے اور ہم نے ان پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام ذات الرقاع پڑ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بنی محارب بنی ثعلبہ اور بنی غطفان کے مقابلے کے لئے نکلے تھے، اس غزوے میں آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صلوٰۃ الخوف بھی پڑھائی۔

غزوۂ بدر صغریٰ

اس غزوے کو غزوہ بدر موعد بھی کہتے ہیں۔ یہ غزوہ شعبان ۴ھ میں پیش آیا گزشتہ سال احد کے موقع پر ابوسفیان سے آئندہ سال بدر کے مقام پر جنگ کا وعدہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ بدر تشریف لائے اور آٹھ دن تک قیام فرمایا۔ ابوسفیان بھی مکہ سے نکلا مگر اسے ہمت نہ ہوئی اور راستے سے لوٹ گیا۔

غزوۂ دومۃ الجندل

آپ ﷺ کو دومۃ الجندل (نامی مقام) کی طرف سے بہت بڑے لشکر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے ارادے کا علم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر روانہ ہوئے آپ ﷺ رات کو اپنے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے

۔جب دومۃ الجندل والوں کو اس لشکر کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ گئے۔

غزوۂ خندق

بنونضیر کی جلا وطنی کے بعد قریش اور بنی غطفان آپ ﷺ کے مقابلہ کے لئے تیار ہوگئے۔ابوسفیان دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مسلمانوں کے استیصال اور فنا کر ڈالنے کے ارادہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا کہ خندقوں میں محفوظ رہ کر ان کا مقابلہ کیا جائے کھلے میدان میں مقابلہ مناسب نہیں سب نے اس رائے کو پسند کیا۔قریش دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار لے کر مدینہ پہنچے اور اُحد کے قریب پڑاؤ ڈالا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار مسلمانوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لے کر مقابلہ کے لئے کوہ سلع کے قریب جا کر ٹھہرے خندقیں مابین فریقین کے حائل تھیں۔دو ہفتے اسی طرح گزر گئے مگر دست بدست لڑائی اور مقابلہ کرنے کی نوبت نہیں آئی بالآخر قریش کے چند سوار ایک جگہ سے خندق عبور کر کے لڑائی کے لئے آ گئے جن میں سے کچھ زخمی اور کچھ مردار ہوگئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ نے قریش اور غطفان پر ایک سخت ہوا مسلط کی جس سے کفار کا تمام لشکر پریشان ہوگیا آخر ابوسفیان ناکام وخاسر لشکر کو واپس لے گیا۔

غزوہ بنی قریظہ

غزوہ خندق سے واپسی پر ظہر کے وقت جبرائیل امین تشریف لائے اور فرمانے لگے اے محمد!صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنوقریظہ کی طرف کوچ کا حکم دیا ہے میں ان کی طرف جا کر انہیں لرزاتا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقریظہ کا محاصرہ فرمالیا جو پچیس راتوں تک جاری رہا چنانچہ وہ قلعوں سے اتر آئے اور ان کی خواہش پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنالیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلے کو جاری فرمادیا۔

غزوۂ بنی لحیان

یہ غزوہ ربیع الاوّل ۶ ھ میں پیش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسو سواریوں کے ہمراہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء رجیع کا بدلہ لینے کے لئے تشریف لے گئے مگر بنولحیان بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔

غزوۂ ذی قرد

ذی قرد نامی مقام پر حضور ﷺ کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ عیینہ بن حصن فزاری نے اس پر حملہ کر دیا حضرت سلمہ بن اکوع نے کمال بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے ان سب کا اکیلے مقابلہ کیا اور تمام اونٹنیاں بھی چھڑالیں اور مال غنیمت بھی حاصل فرمایا۔ ادھر حضور اکرم ﷺ پانچ سو یا سات سو افراد کو لے کر نکلے۔ مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے۔

غزوۂ بنی مصطلق

حارث بن ابوضرار نے مسلمانوں پر حملے کے لئے بہت ساری فوج جمع کر لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تیزی سے ان کی طرف کوچ فرمایا اور ان کے مویشیوں کے پانی پلانے کی ایک جگہ پر انہیں پایا اور فوراً ان پر حملہ کر دیا وہ لوگ اس حملے کی تاب نہ لا سکے ان میں سے دس آدمی مارے گئے اور باقی سب مرد عورت بچے بوڑھے گرفتار ہو گئے۔

غزوۂ حدیبیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عمرے کے لئے نکلے تھے۔ مشرکین مکہ نے آپ کو روکنے کے لئے جنگ کا ارادہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو روک لیا اس پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت پر اور میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت لی مگر پھر لڑائی کی بجائے صلح ہوگئی۔

غزوۂ خیبر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو پیادوں اور دوسو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف خُروج فرمایا۔ خیبر میں یہودیوں کے متعدد قلعے تھے، یہود آپ کو دیکھتے ہی مع اہل وعیال کے قلعوں میں محفوظ ہوگئے۔ آپ نے اُن کے قلعوں پر حملے شروع کئے یکے بعد دیگرے فتح کرتے جاتے تھے۔ جب تمام قلعے فتح ہوگئے تو یہودیوں نے بھاگ کر قلعات کیتبہ میں پناہ لی۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو جلاوطن فرمادیا۔

عمرة القضاء

خیبر سے واپسی پر ذی قعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے سال کے عمرے کو قضا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے جب آپ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ رکھی تھی۔

فتح مکه

مسلمانوں کا دس ہزار کا لشکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت مبارکہ میں رمضان ۸ھ میں مکہ میں داخل ہوا اور بعض حضرات نے مجاہدین کی تعداد بارہ ہزار بتائی ہے۔

غزوۂ حنین

حنین میں مقیم ہوازن اور ثقیف اور ان کی تمام شاخیں اپنے سردار مالک بن عوف نضری کی قیادت میں جمع ہوگئیں ان کی تعداد بیس ہزار تھی یہ لشکر مسلمانوں کی طرف روانہ ہوا۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم بھی بارہ ہزار کا لشکر لے کر نکلے، ابتداء میں مسلمانوں کو ہوازن اور ثقیف کے تیر اندازوں نے پیچھے دھکیل دیا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں تیروں کے درمیان ڈٹے رہے اور مسلمانوں کو آوازیں دیتے رہے بالآخر مسلمان جمع ہو گئے اور دشمنوں کو شکست ہوئی۔

غزوۂ طائف

حنین میں شکست کے بعد ثقیف کے لوگ طائف واپس آ کر قلعہ بند ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر سمیت تشریف لا کر ان کا محاصرہ کر لیا اہل طائف نے خوفناک تیر اندازی کی جس سے بارہ مسلمان شہید ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دبابہ اور منجنیق بھی استعمال فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باغات کاٹنے کا حکم دیا تو انہوں نے آپ کو اللہ اور قرابتوں کے واسطے دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ اور قرابتوں کے لئے ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپسی کے اعلان کا حکم دے دیا۔ کچھ دنوں بعد اہل طائف خود مسلمان ہو گئے۔

غزوۂ تبوک

روم کے بادشاہ ہرقل نے نصارائے عرب کے بلانے پر اپنا لشکر جرار مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت گرمی، قحط اور مشکل کے وقت صحابہ کرام کو نکلنے کا حکم دیا چنانچہ مخلص اہل ایمان اس حالت میں بھی نکل کھڑے ہوئے جبکہ منافق بہانے بنانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیب دینے پر مالدار مسلمانوں نے خوب اپنا مال خرچ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیں حاصل کیں جبکہ بعض غریب مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور جہاد میں نکلنے کے لئے سواری مانگنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس تو سواریاں نہیں ہیں اس پر وہ روتے روتے واپس ہو گئے اور ان

کے اس رونے کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی کیا۔

نبی کریم ﷺ کا بنفس نفیس اتنے غزوات میں خود تشریف لے جانا اور اپنی حیات مبارکہ میں درجنوں لشکر روانہ فرمانا ہمارے خیال میں فرضیت جہاد اور افضلیت جہاد کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

☆.....☆.....☆

قرآن وحدیث اور جہاد

شاہین احمد

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ:۲۱۶)

ترجمہ: قتال کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعًا) برا لگتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی بات کو برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے تم ایک کام کو بھلا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں برا ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

قرآن کریم کی اس آیتِ مبارکہ میں جہاں جہاد کی فرضیت کو بالکل واضح اور قطعی انداز میں بیان فرمایا گیا ہے وہاں ایک اور بہت اہم نکتے کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ انسان کا علم اور عقل ناقص ہے اس لئے وہ محض اپنی عقل کی بنیاد پر کسی چیز کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ نہیں کرسکتا اگر انسان کی عقل ہی پوری طرح صحیح اور غلط کی پہچان کرسکتی تو پھر وحی الٰہی کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ اور اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو مختلف ادوار میں کیوں مبعوث فرماتے؟ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بُرا سمجھو لیکن اس میں تمہارے لئے خیر ہو اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز سے کو اپنے لئے اچھا سمجھو اور وہ تمہارے لئے بُری ہو۔ کیونکہ کیا اچھا ہے، کیا بُرا ہے، کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے اس کا علم تمہیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر قدم پر شریعت ہماری رہنمائی کرتی ہے یہ ہمیں بتاتی ہے کہ ہمارے لئے کیا اچھا ہے اور کیا بُرا، اور ہمیں کس موقع پر کیا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ایک مسلمان کے لئے جائز و ناجائز کو پرکھنے کا پیمانہ شریعت کے احکام ہیں نا کہ ہماری ناقص عقل۔

اسلام میں شریعت کے احکام معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس سب سے بڑا ذریعہ قرآن کریم اور اُس کے بعد حدیثِ پاک ہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج کی طرح جہاد کا حکم بھی اسلام میں بڑی صراحت اور وضاحت سے بیان ہوا ہے۔ جہاد کا مسئلہ جتنا اہم ہے اتنا ہی صاف شفاف اور غیر مبہم بھی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں فرماتے ہیں کہ تمام شریعتوں میں سب سے کامل شریعت وہ ہے جس میں جہاد کا حکم ہو۔ جہاد کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآنِ پاک نے جس قدر تفصیل سے جہاد کے مسئلے کو بیان فرمایا اتنی تفصیل کسی اور فریضے کی بیان نہیں فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر لکھنے کے دوران جب جہاد کا ذکر آیا تو مفسرین کرام کے قلم لکھتے ہی چلے گئے اور اُن کا اندازِ بیاں ہی بدل گیا۔ قرآن مجید نے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کی اصطلاح کو جا بجا استعمال فرمایا ہے جس کے معنی قتال فی سبیل اللہ کے آتے ہیں اور خود قتال کا صیغہ بھی بار بار استعمال ہوا ہے۔ کتاب اللہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے ۲۶ صیغے ہیں اور قتال کے ۷۹ صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ سورۃ توبہ اور انفال سمیت قرآن پاک کی آٹھ (۸) سورتیں مکمل طور پر جہاد کے بارے میں ہیں۔ بعض سورتوں کے نام ہی جہاد کے موضوع پر ہیں جیسے سورۃ احزاب، سورۃ محمد (قتال)، سورۃ الفتح، سورۃ الصّف۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ تو فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک کا موضوع ہی جہاد ہے۔

قرآنِ کریم صرف جہاد کی فرضیت اور احکام بیان فرمانے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ ایک مسلمان کو مختلف پیراؤں میں جہاد کی ترغیب دے کر جہاد کے لئے کھڑا کرتا ہے، پھر اُس کا ہاتھ

تھام کر اُس کو جہاد کے میدان میں لے جاتا ہے، مثالیں اور جہاد کے قصص بیان کر کے اُس کے جذبۂ جہاد و شہادت کو بیدار کرتا ہے، ترک جہاد پر وعیدیں سناتا ہے، مشکلات پر اُس کو صبر اور ثابت قدمی کی تلقین کرتا ہے، جہاد کے احکام و فضائل سناتا ہے اور اجر و ثواب کے وعدے کرتا ہے، مجاہد کے گھوڑے کی قسمیں کھاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فرشتوں کے اُترنے کی بشارتیں سناتا ہے، اُس کو جنگ کا طریقہ بیان کرتا ہے، دشمنوں کی چالیں اور حیلے بتا کر اُن سے خبردار کرتا ہے، مجاہد جب ڈرتا ہے تو حضور اکرم ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرامؓ کے واقعات بیان کر کے اُس کے حوصلے بلند کرتا ہے، ظاہری شکست پر اُس کو تسلیاں دیتا ہے۔ غرض قدم قدم پر مجاہد کے ساتھ رہ کر اُس کی رہنمائی کرتا ہے اور بالآخر اسے شہادت کے عظیم مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے اور پھر لوگوں پر شہید کو مردہ کہنے حتیٰ کہ مردہ گمان کرنے پر بھی پابندی لگا دیتا ہے اور حکم ہوتا ہے:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَل اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَo فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَo یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَایُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ o

(آلِ عمران ۱۶۹ تا ۱۷۱)

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے (شہید نہیں ہوئے) ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے

والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے''۔

ہاں ہماری ناقص عقلیں شہید کی اس زندگی کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ بے شک ہمیں اللہ تعالیٰ کی گواہی پر یقین ہے کہ شہید زندہ ہے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان زندوں میں شامل فرمائے۔

قرآن مجید میں آیات جہاد

قرآن کریم میں سینکڑوں آیات فریضۂ جہاد کو بیان کرتی ہیں جن کو پڑھنے کے بعد نا صرف جہاد کے بارے میں کوئی اشکال ذہن میں نہیں رہ سکتا بلکہ ان آیات کو سمجھنے کے بعد کوئی مسلمان ترکِ جہاد کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم میں آیات جہاد کی حتمی تعداد کا تعین تو ابھی تک نہیں کیا جا سکتا لیکن دورِ حاضر کے عظیم علمی شاہکار، قرآن کریم کی آیاتِ جہاد کی اوّلین مستقل تفسیر ''فتح الجّواد فی معارف آیاتِ الجہاد'' میں ۵۵۸ آیاتِ جہاد کی تفسیر و تشریح علماء سلف کے تفسیری اقوال کے ذریعے بیان کی گئی ہے۔ یہ عظیم کارنامہ امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ نے سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنے شایانِ شان اجر عطا فرمائے کہ انہوں نے امتِ مسلمہ کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا فرما دیا۔ جہاد کی حقیقت کو سمجھنے اور دل کی مکمل تسلّی و تشفی کے لئے صرف اس ایک کتاب کا مطالعہ ہی کافی ہے۔ قرآن کریم نے جہاد کو کس قدر اور کس کس انداز میں بیان فرمایا ہے اس کا مزا تو اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی آ سکتا ہے البتہ ذیل میں قرآنِ کریم کی مختلف سورتوں میں آیاتِ جہاد کی تعداد پیش کی جاتی ہے:

بقرہ: ۵۳، آلِ عمران: ۶۲، نساء: ۴۲، مائدہ: ۲۰، انفال: ۷۵ (مکمل سورۃ)، توبہ:

۱۲۹(مکمل سورۃ)، حج:۱۷، نور:۴، احزاب:۲۲، محمد:۳۸(مکمل سورۃ)، فتح:۲۹(مکمل سورۃ)، حجرات:۵، حدید:۴، مجادلہ:۹، حشر:۱۷، متحنہ:۱۳(مکمل سورۃ)، صف:۱۴(مکمل سورۃ)، منافقون:۱۱(مکمل سورۃ)، تحریم:۱، عادیات:۸، نصر:۳(مکمل سورۃ)۔

کل آیات جہاد:۵۵۸

قرآنِ پاک میں موضوعات جہاد

قرآن مجید نے جہاد کے تقریباً ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔قرآنِ کریم میں بیان کئے گئے جہاد کے تمام موضوعات کا احاطہ کرنا تو بہت مشکل ہے البتہ ان موضوعات کی ایک جھلک ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

☆ فرضیتِ جہاد

☆ جہاد کی شرائط (۱۔مسلمان ہونا ۲۔مرد ہونا ۳۔آزاد ہونا ۴۔عاقل ہونا ۵۔بالغ ہونا ۶۔استطاعت ہونا (معذور پر فرض نہیں)

☆ اہدافِ جہاد (کفر کی طاقت کا توڑ، مسلمانوں اور مساجد وعبادت گاہوں کا تحفظ، غلبۂ اسلام وغیرہ)

☆ احکامِ جہاد

☆ جہاد کی دعوت اور ترغیب وتحریص

☆ فضائل جہاد (پہرہ دینے، سفر کرنے، مجاہدین کے اسلحہ ودیگر سامان، سواری، کافروں کو قتل کرنے، زخمی ہونے کے فضائل وغیرہ)

☆ مجاہد کے لئے جنت کی حوروں اور بے شمار انعامات کا تذکرہ

☆ جہاد کی تیاری (جسمانی، روحانی، جنگی اور دفاعی تیاری وغیرہ)

☆ جہاد کی ادائیگی (اصول وقواعد جنگ، صبر واستقامت، جہاد میں زخمی ہونا، بہادری کی ترغیب اور بزدلی کی مذمت، اتفاق واتحاد، جہاد میں خوف کا بیان، ذکر اللہ کا التزام وغیرہ)

☆ جہاد کی برکتیں، فوائد اور حکمت (تکمیلِ ایمان، ظلم سے نجات، کافروں سے آزادی، خلافت کا قیام، امن کا قیام، فلاح یعنی حقیقی کامیابی، اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ، فتنہ ارتداد کا علاج، پاکیزہ روزی مالِ غنیمت وغیرہ)

☆ ترک جہاد پر وعیدیں اور اس کے نقصانات

☆ ترک جہاد نفاق کی علامت اور منافقین کی جہاد سے پہلوتہی اور بہانے

☆ جہاد کی مخالفت کے نقصانات

☆ اس امت کے ''خیر امت'' ہونے کی وجہ جہاد

☆ جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب وفضائل

☆ موت اور اس کے وقت کا اٹل ہونا

☆ شہادت کی ترغیب وفضائل

☆ فدائی مجاہدین

☆ جنت، حوروں اور بے شمار انعامات کی بشارت

☆ انبیاء علیہم السلام اور گزشتہ امتوں میں جہاد کا تذکرہ

☆ غزوات کا تذکرہ

☆ فتوحات کی پیشین گوئی

☆ یہودیوں کی ذلت وپستی کی پیشین گوئی

☆ فتح وشکست کے اسباب واثرات

☆ امیر جہاد کی صفات، برکات واطاعت امیر

☆ مجاہدین کے اوصاف

☆ جہاد کے لئے خود کا وقف کرنا

☆ لڑائی کے طریقے

☆ منافقین سے جہاد

☆ کافروں سے دوستی کی ممانعت

☆ کافروں کے شر سے بچنے کا طریقہ جہاد

☆ مسلمانوں کے دشمن

☆ اللہ تعالیٰ کی نصرت

☆ فرشتوں کا مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنوں سے لڑنا

☆ مال غنیمت کا بیان

☆ علم اور جہاد

☆ حدود اللہ کی پابندی

☆ قیدیوں کو چھڑانے کا بیان

☆ جہاد میں نماز (صلاۃ خوف کا حکم)

☆ جہاد کی دعائیں وغیرہ

حدیث شریف اور جہاد

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں (کافروں) سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللّٰہ کا اقرار کرلیں پھر جو لا الہ الا

اللہ کا اقرار کرلے گا اُس کا مال اور اُس کی جان مجھ سے محفوظ ہو جائے گی سوائے شرعی حق کے اور اُس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔ (بخاری)

احادیث کی کتابوں میں محدثین کرام نے جو ''کتاب السیر'' کا باب باندھا ہے اس میں جہاد کے متعلق احادیث ذکر کی گئی ہیں اس کی وجہ علماء کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت کا غالب حصہ جہاد، غزوات وسرایہ پر مشتمل ہے اس لئے جہاد سے متعلق احادیث پر مشتمل اس باب کا نام ''کتاب السیر'' رکھا گیا۔ کتب احادیث میں جہاد کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کے ہزاروں فرامین اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم ''حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ'' (یعنی مسلمانوں کو جہاد کا شوق دلایئے) کا حق ادا فرمادیا۔ کتب احادیث میں جہاد سے متعلق احادیث کی اس قدر کثرت ہی جہاد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے کافی ہے اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ کی کتاب ''فضائل جہاد مختصر'' کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ اس کتاب میں جہاد سے متعلق ۱۴۰ احادیث کی تشریح کے علاوہ مختلف کتب احادیث میں جہاد سے متعلق احادیث کے ابواب کی فہرست بھی دی گئی ہے تاکہ ذوق تحقیق رکھنے والے قارئین سہولت کے ساتھ احادیث جہاد تلاش کرسکیں۔ یہاں صرف اس فہرست کو نقل کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے:

۱۔ صحیح بخاری شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۲۴۱ ابواب ہیں۔ (صفحہ ۳۹۰ تا ۴۵۲ جلد اوّل)

۲۔ صحیح مسلم شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۰۰ ابواب ہیں۔ (صفحہ ۸۱ تا ۱۴۴ جلد دوم)

۳۔ ترمذی شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۵۵ ابواب ہیں۔ (صفحہ ۲۸۲ تا

۳۰۲ جلداوّل)

۴۔ ابو داؤد شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۷۶ ابواب ہیں۔(صفحہ۳۴۲ تا۳۶۲ جلداوّل/۲ تا۹ جلد دوم)

۵۔ نسائی شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے۸۴ ابواب ہیں۔(صفحہ۵۳ تا۶۶ جلد دوم)

۶۔ ابن ماجہ شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۴۶ ابواب ہیں۔(صفحہ ۱۹۷ تا۲۰۷)

۷۔ مشکوٰۃ شریف میں کتاب الجہاد جلداول صفحہ ۳۲۹ تا۳۵۵ (کل صفحات ۲۶)

۸۔ الترغیب والترہیب میں کتاب الجہاد صفحہ ۳۶۵ تا۴۵۵ جلد ثانی (کل صفحات ۹۰)

۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں کتاب الجہاد صفحہ ۲۱۲ تا۵۴۶ (کل صفحات ۳۳۴)

۱۰۔سنن کبریٰ بیہقی میں کتاب الجہاد جلد۹ صفحہ ۱ تا۱۸۳ (کل صفحات ۱۸۳)

۱۱۔کنز العمال میں کتاب الجہاد جلد۴ صفحہ ۲۷۸ تا۶۳۷ (کل صفحات ۳۵۹)

۱۲۔اعلاء السنن میں کتاب الجہاد جلد۱۲ صفحہ ۱ تا۶۷۴ (کل صفحات ۶۷۴)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث سے جوڑے رکھیں اور اس پر عمل کرتے ہوئے جہاد جیسے عظیم راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

☆.....☆.....☆

معارف جہاد

منتخب تحریرات واقتباسات

امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ

فرض عین یا فرض کفایہ؟

قرآن مجید میں سورۂ انفال بھی موجود ہے، سورۂ برأۃ بھی موجود ہے، سورۂ بقرہ میں جہاد کی فرضیت کی آیات بھی موجود ہیں، قرآن مجید میں مجاہد کا تذکرہ بھی موجود ہے، مجاہد کا تیمّم بھی مذکور ہے، مجاہد کی نماز بھی مذکور ہے، مجاہد کا اٹھنا مذکور ہے، مجاہد کا تھکنا مذکور ہے، مجاہد کی پیاس لکھی ہوئی ہے، مجاہد کی بھوک لکھی ہوئی ہے، مجاہد کا اوپر چڑھنا لکھا ہوا ہے، مجاہد کا نیچے اترنا لکھا ہوا ہے، جہاد کے فرائض کا بیان ہے، جہاد کی سنتوں کا بیان ہے، جہاد کے مستحبات کا بیان ہے، جہاد کی فضیلت کا بیان ہے، ترک جہاد کی وعیدوں کا بیان ہے، قرآن کے پاروں میں جہاد کی آیات موجود ہیں، نبی کی سنت میں جہاد کا تذکرہ موجود ہے۔ وہ دیکھو! احد کے میدان میں کون زخمی کھڑا ہے، اس کے پاک جسم سے لہو بہہ رہا ہے۔ جا کے دیکھو تو سہی یہ کس کے ٹکڑے زمین پر پڑے ہیں؟ یہ سیدنا حمزہؓ ہیں۔ اللہ کے نبی کا چچا سید الشہداء ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں دیکھتا ہوں صدیق اکبر جیسا صدیق میدان جنگ میں نظر آ رہا ہے۔ مجھے فاروق اعظم جیسا حکمران میدان جنگ میں نظر آ رہا ہے۔ مجھے عثمان ابن عفان جیسا حیاء دار میدان جنگ میں نظر آ رہا

ہے۔ مجھے علی المرتضیٰ جیسا عالم میدان جہاد میں نظر آ رہا ہے۔ مجھے حضرت معاویہ جیسا مدبر میدان جنگ میں نظر آ رہا ہے۔ مجھے سیدنا حسن جیسا پیارا سجیلا نوجوان میدان جنگ میں نظر آ رہا ہے۔ مجھے عبداللہ بن مسعود جیسا فقیہ میدان جنگ میں نظر آ رہا ہے۔ مجھے ابن عفان جیسا مفسر میدان جنگ میں نظر آ رہا ہے۔ مجھے اُبی بن کعب جیسا قاری میدان جنگ میں نظر آ رہا ہے۔ مجھے معاذ بن جبل جیسا فقیہ میدان جنگ میں نظر آ رہا ہے۔ مجھے معاذ اور معوذ جیسے بچے میدان جنگ میں نظر آ رہے ہیں۔ مجھے خنسہ اور خولہ جیسی بہنیں میدان جنگ میں نظر آ رہی ہیں۔ مجھے عمرو بن جموح جیسا لنگڑا بوڑھا میدان جنگ میں نظر آ رہا ہے۔ مجھے ابوایوب انصاری جیسا نبی کا میزبان میدان جنگ میں نظر آ رہا ہے۔ بتاؤ! میں ان سب کو دیکھوں، میں کشمیر میں ان بہنوں کو دیکھوں جن کا سہاگ اجاڑ دیا گیا۔ آسام میں بچے کو دیکھوں جس کو کڑائی میں تل دیا گیا؟ میں بوسنیا کی قبروں کو دیکھوں یا فرض عین اور فرض کفایہ کو دیکھوں؟؟

آج یہ فرض عین، فرض کفایہ کی باتیں ان لوگوں کو گھر میں بٹھا سکتی ہیں جو رب سے ملنا نہیں چاہتے۔ جو دین کے نام پر قربانی دینا نہیں چاہتے۔ لیکن جس شخص نے سجاد شہید کے جسم پر لگے ہوئے نیل دیکھے ہوں، جس نے ابو جندل کی نوچی ہوئی داڑھی دیکھی ہو، جس نے نصراللہ منصور کی وہ ٹانگیں دیکھی ہوں جو مار کھا کر سیاہ ہو چکی تھیں، اسے یہ باتیں کس طرح روک سکتی ہیں؟ ہماری لاشیں، ہماری آنکھوں کے سامنے رکھی ہیں، ہمارے شہداء کے گلاب جیسے چہرے اور ان کے چہروں پہ لگا ہوا خون ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، ہم انہیں نہیں بھول سکتے، ہمیں یہ باتیں جہاد سے نہیں بٹھا سکتیں۔ اللہ کی قسم! ان شہداء کے راستے پہ چلنا فرض ہے اور اس فرض کو ان شاءاللہ آخری دم تک ادا کرتے رہیں گے۔ (روزن زندان سے)

ختم نبوت اور جهاد

کیا ختم نبوت کا اقرار کرنے والا کوئی بھی مسلمان کسی بھی خوف یا لالچ کی وجہ سے جہاد سے دور ہوسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں..... بلکہ ختم نبوت کا عقیدہ جہاد کا اور جہاد کا نظریہ ختم نبوت کا محافظ ہے اور یہ دونوں قیامت تک زندہ وتابندہ رہنے والے نظریات ہیں۔ اسلام نہ تو ختم نبوت کے بغیر مکمل ہے اور نہ جہاد کے بغیر..... ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور جہاد اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے اس لئے کافروں کو ہمیشہ ختم نبوت اور جہاد دونوں سے چڑ رہی ہے اور انہوں نے جب بھی کسی جھوٹے نبی کو کھڑا کیا ہے اس نے سب سے پہلے جہاد ہی کا انکار کیا ہے..... کیونکہ وہ جانتا ہے کہ صرف جہاد ہی کے ذریعے اس کا اور اسکی ناجائز نظریاتی ذریت کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے..... دوسری طرف عقیدہ ختم نبوت جہاد کو اس طرح سے تحفظ فراہم کرتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود جہاد فرماتے، لشکروں کو روانہ کرتے اور جہاد کے قیامت تک جاری رہنے کا اعلان فرماتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے..... اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کون بدل سکتا ہے؟ اگر کسی نبی کے آنے کا امکان ہوتا تو وہ اس حکم کو بدل سکتا تھا لیکن عقیدہ ختم نبوت بتاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی حیثیت سے کوئی شخص کسی بھی نام یا کسی بھی تاویل (ظلی وبروزی) سے نہیں آسکتا۔ جب یہ بات پکی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو پھر اسلام کے دیگر تمام احکام سمیت جہاد کا حکم بھی ناقابل تنسیخ، ناقابل تبدیل اور ناقابل تاویل بالکل پکا حکم ہے اور اس حکم کو اس وقت تک باقی رہنا ہے جب تک اسلام باقی رہے گا اور ختم نبوت کا عقیدہ باقی رہے گا..... یوں عقیدہ ختم نبوت جہاد کی حفاظت کرتا ہے، جب کہ جہاد تو ہمیشہ سے عقیدہ ختم نبوت کا محافظ رہا ہے۔ (سراغ حقیقت)

حوروں کے عاشق

کفر یہ طاقتیں باوجود اس کے کہ وہ اسلام کے خلاف بغض وعداوت کی انتہا تک پہنچ چکی ہیں اور ان کے دانشور اسلام اور مسلمانوں کو ترقی یا یوں کہیں امریکی، یورپی اور صہیونی مفادات کے راستے کی سب سے بڑی اور آخری رکاوٹ سمجھتے ہیں اور ان کے مفکرین اسلام اور مسلمانوں کو دنیا کے لئے ایسا کینسر قرار دے چکے ہیں جسے مل کر کاٹنا از حد ضروری ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کے ہاتھ رکے ہوئے ہیں اور وہ اپنی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے ترس رہے ہیں کیونکہ جتنا کچھ وہ مسلمانوں کے خلاف کر رہے ہیں یہ اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں جتنا کچھ وہ کرنا چاہتے ہیں آخر کیوں؟ حالات یہ بتاتے ہیں کہ انہیں ان اسلامی طاقتوں سے خطرہ ہے جو غیر سرکاری طور پر دنیا بھر میں جڑیں پھیلا چکی ہیں انہیں ان نوجوانوں کا ڈر ہے جو اب تک یورپ کی شراب اور رخسار کے اسیر ہونے کی بجائے حوروں کے عاشق ہیں۔ انہیں ان سرفروشوں سے خوف ہے جو سبیلنا سبیلنا الجہاد الجہاد کے نعرے لگا رہے ہیں انہیں راہ حق کے ان مسافروں سے خطرہ ہے جو مال کمانے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے ملکوں اور سرحدوں کو پار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ (زاد مجاہد)

مجاہد کا کردار

ایک مجاہد کو ہمیشہ اپنے دل و دماغ جہاد کے ممکنہ نتائج کے لئے تیار رکھنے چاہئیں اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ جب تک مجاہد کی نیت درست ہے اور اس کا جہاد شریعت کے مطابق ہے تو اس کے لئے ناکامی تو ہے ہی نہیں اگر وہ فتح پاتا ہے تب بھی کامیاب اور دشمن کے ہاتھوں قتل ہوتا ہے تب بھی کامیاب۔ اس کے لشکر کو کامیابی ملتی ہے تب بھی وہ کامیاب اور اس کے لشکر کو ظاہری ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تب بھی وہ کامیاب۔ البتہ جہاد کے ظاہری نتائج

کئی طرح کے ہوسکتے ہیں۔ممکن ہے کہ اللہ رب العزت اسے جہاد میں ایسی کامیابی عطا فرمائیں کہ وہ اپنے جہاد کے مقاصد کو پورا ہوتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے جیسا کہ حضرات صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے بدر اور فتح مکہ میں دکھایا اور حضرت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو بیت المقدس کی فتح کی صورت میں دکھایا یہ بھی ممکن ہے کہ مجاہد کو ظاہری طور پر شکست دیکھنی پڑے لیکن اس شکست میں بھی اس کے لئے مختلف فوائد ہوں گے جیسا کہ حضرات صحابہ کرام نے احد میں دیکھا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنگ بغیر فتح وشکست کے ختم ہو اور اس کے اثرات بعد میں ظاہر ہوں جیسا کہ تحریک شہدائے بالاکوٹ میں ہوا کہ ظاہری طور پر فتح وشکست کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا مگر اس کے اثرات بعد میں ظاہر ہوئے (زادمجاہد)

مجاھد کی اَقسام

حضرت عبداللہ بن مبارک نے.....اپنی کتاب الجہاد میں.....حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما.....سے نقل فرمایا ہے کہ.....مجاہدین.....دو قسم کے ہیں.....

پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں ..... جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں .....اور ایک دوسرے کو اس کی یاد دہانی کراتے ہیں ..... جب چلتے ہیں تو فساد سے بچتے ہیں .....اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں .....اور اپنے قیمتی اموال اللہ کے راستے میں لگاتے ہیں..... جب وہ لڑائی کے میدان میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اس بات پر حیا کرتے ہیں (ڈرتے ہیں) کہ وہ ان کے دلوں کے شک پر مطلع ہو..... یا مسلمانوں کی رسوائی ہو..... جب انہیں مال غنیمت میں سے چوری اور خیانت کا موقع ملتا ہے تو.....ان کے دل اور.....عمل .....اس چوری سے.....محفوظ رہتے ہیں.....شیطان ایسے لوگوں کو فتنے میں نہیں ڈال سکتا..... اور نہ ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے.....توڑ سکتا ہے.....ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں.....

اللہ تعالیٰ اپنے دین کو..... غالب فرماتا ہے..... اور اپنے دشمنوں کو..... ذلیل ورسوا کرتا ہے .....

دوسرے قسم کے.....لڑنے والے وہ ہیں..... جو نہ کثرت سے.....اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کو اس کی یاددہانی کراتے ہیں .....اور اپنے مال خرچ نہیں کرتے مگر مجبوراً.....اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے جرمانہ سمجھتے ہیں.....اور شیطان انہیں اس مال کے بارے میں غم میں مبتلا کرتا ہے..... جب لڑائی میں نکلتے ہیں.....تو سب سے..... پیچھے رہتے ہیں.....اور رسوا کرنے والوں میں .....شامل رہتے ہیں.....میدان جہاد سے بھاگ کر..... پہاڑوں پر چڑھ جاتے ہیں .....اور وہاں سے جنگ کا منظر دیکھتے ہیں.....پھر اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو..... فتح عطا فرماتا ہے تو..... یہ لوگ بڑھ چڑھ کر جھوٹ بولتے ہیں ..... (یعنی اپنے جنگی کارنامے بیان کرتے ہیں .....اور دوسروں کی کارروائیوں کی ذمہ داری .....قبول کرتے ہیں).....اگر ان لوگوں کو..... چوری اور خیانت کا موقع ملے تو.....بھرپور طریقے سے ..... چوری کرتے ہیں.....اور شیطان ان کے دل میں ڈالتا ہے کہ..... یہ سب کچھ مال غنیمت ہے.....ایسے لوگوں کو اگر..... وسعت ملتی ہے تو اکڑتے ہیں.....اور اگر تنگی میں پڑ جائیں تو .....شیطان ان کو فتنے میں ڈال دیتا ہے.....ایسے لوگوں کو.....مسلمانوں کے اجر میں سے..... کچھ نہیں ملتا .....وہ تو بس.....جسمانی طور پر.....میدان میں.....مسلمانوں کے ساتھ.....نظر آتے ہیں.....مگر ان کی نیت اور اعمال .....مسلمانوں سے بالکل جدا ہوتے ہیں.....قیامت کے دن.....اللہ تعالیٰ انہیں ایمان والوں کے ساتھ پہلے جمع فرمائے گا.....اور پھر جدا فرمادے گا.....(دروس جہاد)

مسلمانوں کے طبقات

مسلمانوں کا وہ طبقہ جو اپنے ایمان اور دینی نظریات پر قائم ہے اور اسے شہادت نہیں ملی اس وقت سخت آزمائش کا شکار ہے۔ شبرغان سے لیکر کیوبا تک اس طبقے کے افراد قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے نظر آتے ہیں ان میں سے کئی مختلف جگہوں پر خوف کی حالت میں چھپتے پھرتے ہیں اور کئی دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ ان لوگوں پر زمین تنگ ہو چکی ہے وہ شہادت کے طلبگار ہیں مگر شہادت کا میدان اب پہلے کی طرح آسان اور سستا نہیں رہا۔ وہ اسلام دشمنوں سے لڑنا چاہتے ہیں مگر مسلمانوں کی ہوا ایسی اکھڑ چکی ہے کہ ماحول پہلے جیسا گرم جوش نہیں رہا۔ وہ اپنے نظریات پر قائم رہ کر اسلام کی حالت میں مرنا چاہتے ہیں مگر مظالم و مصائب کی شدت ان پر آگ کے انگاروں کی طرح برس رہی ہے ان کے دن اور رات اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے اور آہ وزاریاں کرنے میں گزرتے ہیں۔ انہیں اپنی جان کی نہیں بلکہ ایمان کی فکر ہے وہ پیسے کی بجائے جہاد کرنا چاہتے ہیں اور جیسے تیسے بن پڑے کر بھی رہے ہیں۔ انہیں کافروں سے نہیں ان مسلمانوں سے شکوہ ہے جو اپنی قوم کے ان جانباز سپوتوں کو ''دہشت گرد'' کہنے لگے ہیں۔ یہ لوگ امتحان کی نازک گھڑی سے گزر رہے ہیں۔ جہاں انہیں اپنے شہداء ساتھیوں سے بے وفائی پر مجبور کیا جا رہا ہے اور انہیں کفر نواز بننے کے لئے دبایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و جذبات کی حفاظت فرمائے۔ یقیناً یہ لوگ اگر ایمان پر اسی طرح ڈٹے رہے تو عنقریب انشاء اللہ فتح ان کے قدم چومے گی کیونکہ ان کا دشمن اب بلندی سے لڑھک چکا ہے۔ بھاری پتھر، بہت رعب، شور، دبدبے اور دہشت کے ساتھ لڑھکتا ہے مگر وہ پستی کی طرف جا رہا ہوتا ہے جہاں شکست و گمنامی کے گڑھے اس کے منتظر ہوتے ہیں۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو اس گرنے کو ترقی اور فتح سمجھ کر بڑے پتھر کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ ایمان پر قائم رہنے والے

مسلمانوں کے اس طبقے کو مزید ہمت سے کام لینا چاہئے اس لئے کہ حق اور سچائی نے انہیں کے ساتھ زندہ رہنا ہے اور اسلام کی تاریخ قیامت تک بانجھ نہیں ہوگی۔

اب آیئے! ایک نظر مسلمانوں کے اس طبقے پر ڈالتے ہیں جس نے خوف، مصلحت اور حالات کا عذر گھڑ کر کافروں سے ہاتھ ملا لیا ہے۔ یہ طبقہ سب سے زیادہ گھاٹے میں رہا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے دین کو مال کے بدلے اور آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ کر اپنا سخت نقصان کیا ہے۔ یہ لوگ نہ اپنوں کے رہے اور نہ غیروں کے، اب اگر وہ پلٹنا بھی چاہیں تو انہیں پلٹنے نہیں دیا جاتا ان لوگوں کے ہاتھ اپنے مسلمان بھائیوں کے خون سے رنگین ہوئے اور کافروں نے ان سے وہ گناہ کروائے جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اس سب کے باوجود کافر بھی ان سے خوش نہیں ہیں بلکہ وہ انہیں شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہر وقت ان کی وفاداری کو آزمانے کے لئے طرح طرح کے دباؤ ڈالتے رہتے ہیں۔ یہ بدنصیب لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کافروں کے ہاتھ کا کھلونا بن چکے ہیں اور خوف نے ان کی زندگیوں کا حسن اور سکون چھین لیا ہے۔ انہیں ان کے رب نے حکم دیا کہ یہود و نصاریٰ سے یاری مت لگاؤ، مگر یہ یہود و نصاریٰ کی فرینڈ شپ پر فخر کرتے ہیں۔ ان کے رب نے انہیں حکم دیا کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رازدان مت بناؤ مگر یہ کافروں کے ساتھ فخریہ طور پر انٹیلی جنس کا تبادلہ کرتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے طاقت دی مگر انہوں نے اس طاقت کو کافروں کے مفادات کے لئے استعمال کیا۔ اب یہ لوگ بری طرح پھنس چکے ہیں کیونکہ کافر ابھی بہت کچھ چاہتے ہیں جبکہ ان کے پاس دینے کے لئے بہت کم رہ گیا ہے اب یہ اس پریشانی میں ہیں کہ جب کچھ بھی نہیں رہے گا تب ہم کافروں کو کیا دیں گے کیونکہ ان کی طرف سے ''ہل من مزید'' کی صدا بند ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس طبقے کو ہدایت عطاء فرمائے اس طبقے کی عزت اور

ایمان کی طرف واپسی مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں۔ (آزادی مکمل یا ادھوری)

بے بنیاد خدشات

لوگ پوچھتے ہیں کہ..... یہ لوگ امریکہ سے کب تک لڑیں گے؟..... امریکہ بہت بڑی طاقت ہے..... اگر امریکہ چلا بھی گیا تو اس کی بمباری تو باقی رہے گی..... طالبان اگر جیت بھی گئے تو ان کو حکومت کون بنانے دے گا؟..... اس حکومت کو کوئی بھی تسلیم نہیں کرے گا..... دور سے میزائل مار کر طالبان حکمرانوں کو ختم کر دیا جائے گا..... چھوٹے ایٹم بم استعمال کر کے آدھے ملک کو جلا کر راکھ کر دیا جائے گا..... اسی طرح کے اور سوالات، ایسے ہی خدشات اور اژدھوں جیسے خوفناک وسوسے.....

انہی خدشات اور اندیشوں نے مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کو جہاد سے دور کر دیا ہے..... ماضی میں جہاد کے ایک حامی کو امریکہ نے اپنے ملک بلا کر اپنی طاقت دکھائی تو وہ..... کانپتے ہوئے واپس آئے اور فرمانے لگے..... ہم جس دریا میں رہتے ہیں امریکہ اس دریا کا مگرمچھ ہے..... اس لیے اس سے لڑ کر ہم زندہ نہیں رہ سکتے..... ماضی میں طالبان کے کئی حامی اب طالبان کو ''بے وقوف'' سمجھ رہے ہیں..... ہمارے ملک کی طاقتور فوج کا ہر بڑا افسر بس ایک ہی بات کہتا ہے کہ..... امریکہ سے لڑنا ناممکن ہے..... اس لیے اس کی فرمانبرداری کے علاوہ ہمارے پاس کوئی راستہ ہی نہیں ہے..... یہ تمام باتیں بہت مضبوط ہیں مگر..... طالبان نے اپنی آنکھیں، اپنے کان اور اپنے دل قرآن پاک کے ساتھ جوڑ رکھے ہیں..... اسی لیے وہ کٹ کٹ کر اٹھ رہے ہیں..... اور اٹھ اٹھ کر کٹ رہے ہیں..... وہ کچھ نہ پا کر بھی مطمئن ہیں..... اور یہ کچھ پا کر بھی بے آرام ہیں..... ؎

حاصل عشق یہی ہے کہ نہ ہو کچھ حاصل

اس کو حاصل ہی نہ سمجھو کہ جو حاصل ہو جاء

(رنگ و نور)

☆.....☆.....☆

اکابر علماء دیوبند کی تحریرات سے معارف جہاد.....منتخب اقتباسات

جمع وترتیب: محمد فیض اللہ جاوید

سید احمد شہیدؒ اور جہاد

جب فنون حرب کی مشق وتعلیم میں زیادہ انہماک اور زیادہ تر وقت اسی میں صرف ہونے لگا، یہاں تک کہ سلوک کے کاموں میں کمی ہونے لگی تو رفقاء نے آپس میں گفتگو کرنی شروع کی اور مشورہ کیا کہ مولانا محمد یوسف صاحب پھلتی اس بارے میں سید صاحبؒ سے گفتگو کریں اور جماعت کے ان خیالات کی اطلاع دیں، مولانا نے سید صاحبؒ سے عرض کیا، سید صاحبؒ نے آپ کو جواب دیا کہ ''ان دنوں اس سے افضل کام ہم کو درپیش ہے، اسی میں ہمارا دل مشغول ہے، وہ جہاد فی سبیل اللہ کیلئے تیاری ہے اس کے سامنے اس حال کی کچھ حقیقت نہیں، وہ کام یعنی تحصیل علم سلوک اس کام کے تابع ہے، اگر کوئی تمام دن روزہ رکھے، تمام رات عبادت و ریاضت میں گزارے اور نوافل پڑھتے پڑھتے پیروں میں ورم آجائے اور دوسرا شخص جہاد کی نیت سے ایک گھڑی بھی بارود اڑائے تا کہ کفار کے مقابلے میں بندوق لگاتے آنکھ نہ جھپکے تو وہ عابد اس مجاہد کے رتبے کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور وہ کام (سلوک وتصوف) اس وقت کا ہے، جب اس کام (تیاری جہاد) سے فارغ البال ہو، اب جو پندرہ سولہ روز سے نماز یا مراقبے میں

دوسرے انوار کی ترقی معلوم ہوتی ہے، وہ اسی کاروبار کے طفیل سے ہے، کوئی بھائی جہاد کی نیت سے تیراندازی کرتا ہے، کوئی بندوق لگاتا ہے، کوئی پھری گدکا کھیلتا ہے، کوئی ڈنٹر پیلتا ہے، اگر ہم اس کام کی اس وقت تعلیم کریں، تو ہمارے یہ بھائی اس کام سے جاتے رہیں، یوسف جی! تم خود اپنا حال دیکھو کہ گردن ڈالے ہوئے ایک عالم سکوت میں رہتے ہو، اسی طرح اور لوگ بھی کوئی کمبل اوڑھے مسجد کے کونے میں بیٹھا ہے کوئی چادر لپیٹے حجرے میں بیٹھا ہے، کوئی جنگل جا کر مراقبہ کرتا ہے، کوئی ندی کنارے گڑھا کھود کر بیٹھا رہتا ہے، ان صاحبوں سے تو جہاد کا کام ہونا مشکل ہے، تم ہمارے بھائیوں کو سمجھاؤ کہ اب اسی کام میں دل لگائیں، یہی بہتر ہے، حاجی عبدالرحیم صاحب سے مشورہ کر کے جواب دو''۔

زبانی دعوت و تبلیغ جہاد کے بغیر ممکن نہیں

چونکہ زبانی دعوت وتبلیغ شمشیر وسنان سے جہاد کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، اس لئے رہنماؤں کے پیشوا اور مبلغوں کے سردار محمد ﷺ آخر میں کفار سے جنگ کرنے کیلئے مامور ہوئے اور دینی شعائر کی عزت اور شریعت کی سربلندی وترقی اسی رکن جہاد کی اقامت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئی۔

تعمیل حکم

اس تمام جدوجہد سے فقیر کا مقصود صرف یہ ہے کہ اہل کفر وضلالت سے جنگ کرنے کے بارے میں جو احکام وارد ہوئے ہیں اور فرمان خداوندی ''جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ'' (اپنے مال وجان کے ساتھ جہاد کرو) کی تعمیل کی صورت پیدا ہو، فرماں بردار بندے کے لئے اپنے مالک کے حکم کی تعمیل کے بغیر چارہ نہیں۔

فقیر نے اللہ کے وعدوں پر اعتماد کیا اور حکم حاکم (خداوند عالم) کی تعمیل کو اپنا مرکز توجہ بنایا،

ماسوی اللہ کو پس پشت ڈال دیا، گردوپیش سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور رضائے مولیٰ کی راہ راست کو سامنے رکھ کر کمال اطمینان وفرحت اور بشارت ومسرت کے ساتھ اس راستے پر چلا جا رہا ہے۔

ہم لوگ خدا کے بندے اور رسول اکرم ﷺ کی امت ہیں، بلاشبہ اسلام کا دعوٰی رکھتے ہیں اور اپنے کو پیروان رسول ﷺ میں شمار کرتے ہیں، جب ہم نے اس بات (جہاد) پر کلام الٰہی کو ناطق مان لیا ہے اور نبی کریم ﷺ کو سچا سمجھ لیا ہے، لامحالہ ہم نے اللہ اور اس کے حکم کی بجا آوری کے لئے کمر ہمت باندھی ہے اور اسوۂ رسول ﷺ کے اتباع میں سفر کیلئے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ (تاریخ دعوت وعزیمت، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

اسلام کے دوست نما دشمن

ایک سلسلہ گفتگو میں (حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے) فرمایا کہ بعض لوگ اسلام کے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ بنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا اور کہتے ہیں کہ جہاد کا جو حکم ہے سو جہاد تلوار ہاتھ میں لے کر لڑنے کو نہیں کہتے اسلام نے اس کی تعلیم نہیں دی کیونکہ یہ ایک وحشیانہ حرکت ہے یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ جہاد اسلام پھیلانے کے واسطے نہیں ہے۔ ورنہ جزیہ مشروع نہ ہوتا مگر کیا دفع مضرت کے لئے بھی اس کا اختیار کرنا وحشیانہ حرکت ہے اگر یہ ہے تو سارے عالم کی قومیں اس پر کیوں متفق ہیں اور تمام عالم کا اس پر عمل کیوں چلا آرہا ہے۔ دفع مضرت کے لئے سب تلوار اٹھاتے ہیں تو پھر اسلام ہی پر کیا اعتراض ہے بلکہ اس کو تو امر فطری کہہ سکتے ہیں سو یہ عجیب بات ہے کہ اگر اسلام ایک بات کہے تو اس کو وحشیانہ حرکت سمجھا جائے اور خود وہی بات کریں تو حرکت انسانیہ سمجھا جائے باوجود اس کے پھر بھی ایسے عقلمند لوگ آج کل بہت موجود ہیں جو اسلام کی دوستی کے پردے میں دشمنی

کرتے ہیں دوست نما دشمن ایسوں ہی پر صادق آتا ہے۔ایسوں سے کہنا چاہیے کہ ارے تم جہاد کی کیا تحقیقات کروگے تم آج تک اپنی ہی تحقیق نہ کر سکے۔(ملفوظات حکیم الامتؒ، ج ۸، ص ۲۷)

اشاعت حق کے لئے ضرورتِ جہاد

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک فاضل فلسفی نے یورپ کے شبہ سے متاثر ہوکر مجھ سے پوچھا کہ جہاد کیا چیز ہے۔ میں نے کہا کہ اشاعت حق ضروری ہے اس لئے اس کے موانع کا ارتفاع بھی ضروری ہے اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ کفار مغلوب ہوکر رہیں۔اس کی صورتیں ہیں یا جزیہ دیں اس سے بھی مغلوب ہی سمجھے جائیں گے یا اگر جزیہ نہ دیں تب ان سے قتال ہوگا۔پس یہ جہاد ہے۔ کہنے لگے کہ اگر صلح کرلیں تب بھی مانع مرتفع ہوسکتا ہے۔ میں نے کہا کہ صلح کرنے سے مغلوب نہ ہوں گے کیونکہ جب چاہیں صلح توڑ دیں۔سو جو مقصود ہے کہ مغلوب ہوکر رہیں وہ مقصود صلح سے حاصل نہیں ہوسکتا اس جواب سے ان کو بہت تسلی ہوئی۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ، ج ۸،ص ۲۴۲)

دورِ حاضر کی بربریت کا حال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے سلاطین کو بدنام کیا جاتا ہے اور اب نہیں دیکھتے ناتمام حکومت میں کیا ہورہا ہے کیا یہ ظلم نہیں کیا اس کو بربریت نہیں کہتے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو جہاں مسلمانوں کی آبادی قلیل ہے ذبح کیا جارہا ہے پھر اسلام پر اعتراض ہے کہ تلوار کے زور سے اسلام پھیلا اور اب یہ کیا ہورہا ہے ایک ہی چیز اوروں کے لئے مذموم اور اپنے لئے محمود۔ یہ عجیب فلسفہ ہے۔(ملفوظات حکیم الامتؒ، ج ۸،ص ۳۳۲)

اخلاص سے قتل بالکفار جہاد اکبر ہی ہے

فرمایا کہ آج کل عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قتال مع الکفار جہاد اصغر ہے اور مجاہدہ نفس جہاد اکبر ہے گویا کہ قتال مع الکفار کو علی الاطلاق اس مجاہدہ نفس سے جو خلوت میں ہو درجہ میں گھٹا ہوا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ قتال مع الکفار اگر بلا اخلاص ہے تب تو واقع میں وہ مجاہدہ نفس سے درجہ میں کم ہے اور مجاہدہ نفس اس سے افضل ہے اور ایسے ہی قتال مع الکفار کو جہاد اصغر اور اس کے مقابلہ میں مجاہدہ نفس کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ لیکن اگر قتال مع الکفار اخلاص کے ساتھ ہو تو ایسی حالت میں قتال مع الکفار کو جہاد اصغر کہنا غیر محققین صوفیاء کا غلو ہے بلکہ ایسا قتال مع الکفار جہاد اکبر ہی ہے اور ایسا قتال اس مجاہدہ نفس کو بھی شامل ہوگا تو ایسے قتال کے اور دونوں جہادوں کی فضیلت جمع ہو جاوے گی۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ، ج ۸، ص ۳۵۸)

حضرات صحابہؓ جامع اضداد تھے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کرامؓ گویا اضداد کے جامع تھے جو اعلیٰ درجہ کا کمال ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عشق تو ایسا تھا کہ حضور ﷺ کے وضو کا پانی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے اور ساتھ ہی بے تکلفی کا یہ حال تھا کہ حضور ﷺ نے مزاح میں ایک صحابی کے پہلو میں انگلی چبھو دی وہ کہتے ہیں میں بدلہ لوں گا چنانچہ آپ ﷺ آمادہ ہو گئے انہوں نے بجائے بدلہ لینے کے بوسے لینے شروع کر دیئے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے امتی بھی گو جان نثار تھے مگر جیسے صحابہؓ حضور ﷺ پر نثار تھے وہ بات نہ تھی اور یہی دل کشی تو تھی جس نے صحابہ کو فدائی بنا دیا۔ مخالفین کا یہ اعتراض ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اس کا خوب جواب فرمایا کہ شمشیر خود تو چلا نہیں کرتی کوئی چلاتا ہے تو چلتی ہے تو ان چلانے والوں

پر کس نے شمشیر چلائی تھی بس معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور ہی چیز تھی جس نے شمشیر زنوں کو جمع کر دیا وہ چیز آپ کی محبوبیت ہے جس کا دوسرا نام حسن خلق ہے اور یہ تو انسانوں کا ذکر تھا آپ کی شان محبوبیت تو ایسی ہے کہ حجۃ الوداع میں جب حضور ﷺ نے اونٹ قربان کئے تو ہر اونٹ آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا کہ حضور ﷺ پہلے مجھے ذبح کریں۔ ان جانوروں پر کونسی تلوار کا اثر تھا کسی نے خوب کہا ہے۔

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف

بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

یہ سب کچھ کیا تھا محض حضور ﷺ کا عشق تھا اور جس کے دل میں عشق ہوگا وہ تو محبوب کے سامنے گردن جھکا کر بھی کہے گا۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاکت تیغت

سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(ملفوظات حکیم الامتؒ، ج ۷، ص ۱۴۱)

ایمان کا بلند ترین درجہ

اہل فتنہ سے قتال ''ایمان'' کا بلند ترین مرتبہ ہے اور اس جہاد و قتال کیلئے چند اوصاف اور صلاحیتیں درکار ہیں:

اول: سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے میں اس کا نام ''ایمانی حس'' رکھوں گا' یعنی جس طرح ہم آنکھ سے دیکھنے کا' کانوں سے سننے کا' زبان سے چکھنے کا کام لیتے ہیں اسی طرح مومن کے دل میں ایک ''ایمانی حاسہ'' ہونا چاہئے جو فتنے کی بو سونگھنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور ہر فتنہ کے رنگ و روغن کی تہ میں چھپی ہوئی اصل حقیقت کو پہچان سکتا ہو اگر یہ ''ایمانی حس'' موجود

نہیں اوراس کے گرد و پیش فتنے منڈلاتے ہیں مگر اسے کوئی احساس نہیں تو سمجھنا چاہئے اس کا ایمان تندرست نہیں بیمار ہے۔

دوسری چیز ''ایمانی غیرت'' ہے جس کیلئے فتنہ کی ناپاک بدبو نا قابل برداشت ہو اور وہ بے قرار ہو کر پکار اٹھے:

اینقص فی الدین و انا حی.

''کیا میرے جیتے جی دین میں قطع و برید کی جائے گی''۔

(یہ امت کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے صدیق کا جملہ ہے جو ان سے بے تابی کی اس حالت میں صادر ہوا تھا جب فاروق اعظمؓ نے مانعین زکوٰۃ کے بارے میں ان سے نرم روی کی فرمائش کی تھی۔ رضی اللہ عنہما) مومن میں اتنی غیرت ضرور ہونی چاہئے کہ وہ دین کو بگڑتا ہوا دیکھ کر بے تاب ہو جائے اور فتنہ کی سرکوبی کیلئے جو کچھ اس سے بن پڑتا ہو اسے کر گزرنے کیلئے آمادہ ہو جائے۔

تیسری چیز بسالت و شجاعت ہے جو ایمانی غیرت کا مرکب بن کر آتش نمرود میں کود پڑے اور وہ وقت کے کسی بڑے سے بڑے فرعون و شداد کو خاطر میں نہ لائے۔

چوتھی چیز علم و فضل کا ساز و سامان اور اسلحہ ہے، جس کے بغیر کوئی جنگ نہیں لڑی جا سکتی، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی عبقریت سے کون ناواقف ہے؟ مگر یہ کم لوگ جانتے ہوں گے کہ اس دور کے ابوالفضل اور فیضی بھی آپ کے علم و فضل کا لوہا مانتے تھے۔

پانچویں چیز اور آخری چیز حق تعالیٰ شانہ سے قلبی تعلق، اپنے ضعف و ناتوانی پر نظر اور بارگاہ خداوندی سے پیہم التجا ہے۔ بہت سے لوگ صرف قلمی گھوڑے دوڑانے اور بازاروں میں نعرے لگانے کو فتح و کامیابی کا نشان سمجھتے ہیں جب کہ ان کا رشتۂ قلب بارگاہ صمدیت سے پیوستہ

نہیں ہوتا اور قرآن کریم کا اعلان بے نیازی ہے۔

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون.

''اگر اللہ تم کو مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور جو وہ چھوڑ دے گا پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے گا اس کے بعد؟ اور اللہ پر بھروسہ چاہئے مسلمانوں کو''۔ (شاہ عبدالقادرؒ)

(مقالات یوسفی، شخصیات وتاثرات، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ)

خوش قسمت کون؟

فرض کرو تم سفر جہاد میں نہ نکلے اور فی الحال موت سے بچ گئے مگر ضروری ہے کہ کبھی نہ کبھی مرو گے یا مارے جاؤ گے، پھر بہر حال خدا کے سامنے سب کو جمع ہونا ہے۔ اس وقت پتہ چل جائے گا کہ جو خوش قسمت اللہ کی راہ میں نیک کام کرتے ہوئے مرے یا مارے گئے تھے ان کو خدا تعالیٰ کی بخشش ومہربانی کا کیسا وافر حصہ ملا، جس کے سامنے تمہاری دنیا کی کمائی اور جمع کی ہوئی دولت وثروت سب ہیچ ہے الحاصل اگر منافقین ہی کا قول تسلیم کرلیا جائے کہ گھر سے نہ نکلتے تو نہ مارے جاتے، تب بھی سراسر خسارہ تھا کیونکہ اس صورت میں اس موت سے محروم رہ جاتے جس پر ایسی لاکھوں زندگیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔ بلکہ جو حقیقت میں موت نہیں حیات ابدی ہے۔

؎ فنا فی اللہ کی تہہ میں بقاء کا راز مضمر ہے
جو جینا ہے تو مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ

(تفسیر عثمانی، سورہ ال عمران آیت نمبر ۱۵۸)

جہاد کا انعام

جو اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا اس کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی رفاقت انعام میں ملے گی اور احکام خداوندی میں حکم جہاد چونکہ شاق اور دشوار ہے خصوصاً منافقین پر جن کا ذکر اوپر سے آرہا ہے اس لئے جہاد کا حکم فرمایا کہ ہر کوئی حضرات انبیاء و صدیقین وغیرہم کی رفاقت اور معیت کی امید نہ کرنے لگے منقول ہے کہ شروع اسلام میں بہت سے ضعیف الاسلام بھی دعوت اسلامی قبول کر چکے تھے پھر جہاد فرض ہو گیا تو بعض متزلزل ہو گئے اور بعض کفار کے ہمزبان ہو کر آپ کی مخالفت کرنے لگے اس پر آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! منافقوں کی کیفیت تو تم کو پہلے سے معلوم ہو چکی اب خیر اسی میں ہے کہ تم اپنا ہر طرح سے بچاؤ اور اپنی خبر داری اور احتیاط کرلو ہتھیاروں سے ہو یا تدبیر سے، عقل سے ہو یا سامان سے اور دشمنوں کے مقابلہ اور مقاتلہ کیلئے گھر سے باہر نکلو متفرق طور پر یا سب اکھٹے ہو کر جیسا موقع ہو۔ (تفسیر عثمانی، سورۃ النساء، آیت ۷۱)

جہاد میں منافقین کا رویہ

یعنی اے مسلمانو! تمہاری جماعت میں بعضے ایسے بھی گھسے ہوئے ہیں کہ جہاد کو جانے میں دیر لگاتے ہیں اور رکتے ہیں اور حکم خداوندی کی تعمیل نہیں کرتے بلکہ نفع دنیوی کو تکتے رہتے ہیں اور اس سے مراد منافق ہیں جیسے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی کہ یہ لوگ گو ظاہر میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر ان کو اس سے مقصود صرف دنیا کا نفع تھا حق تعالیٰ کی فرمانبرداری سے کوئی غرض ان کو نہ تھی۔

(تفسیر عثمانی، سورۃ النساء، آیت ۷۲)

جهاد سے منه پهیرنے والے مومن نهیں هیں

یعنی جن کے دلوں میں ایمان وتقوی کا نور ہے، ان کی یہ شان نہیں کہ جہاد سے الگ رہنے کی اس طرح بڑھ بڑھ کر اجازت حاصل کریں۔ انکا حال تو وہ ہے جو اس پارہ کے آخر میں بیان ہوا ہے۔

تولوا و اعینهم تفیض من الدمع حزناً ان لا یجدو ا ما ینفقون''

یعنی بے سروسامانی کے عذر سے اگر ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے شرف سے محروم رہ جائیں تو اس فضل کے فوت ہو جانے پر ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ بے حیا بن کر جہاد سے علیحدہ رہنے کی اجازت لینا انہی کا شیوہ ہے جن کو خدا کے وعدوں پر یقین نہ آخرت کی زندگی کو سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسلام ومسلمین کے غالب ومنصور ہونے کی جو خبریں دی ہیں ان کے متعلق ہمیشہ شک وشبہ میں گرفتار رہتے ہیں۔

(تفسیر عثمانی، سورۃ التوبہ آیت ۴۵)

مخلصین کی جماعت

خدام الاسلام مخلصین مجاہدین کی جماعت ہے۔ اللہ رب العزت سے اخلاص، للّٰہیت اس کی رضامندی کے حصول، غلبہ اسلام کی تڑپ اور جذبہ رکھنے والوں کی جماعت ہے، جو اللہ کیلئے کام کرنا چاہتا ہے، جو صحیح معنوں میں مجاہد بننا چاہتا ہے، وہ اس جماعت میں آجائے، ورنہ اس جماعت کو کثرت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس جماعت کو لیڈروں کی ضرورت نہیں ہے، اس جماعت کو جتھے داروں کی ضرورت نہیں ہے، اگر یہی کام کرنا ہوتا تو بہت ساری تنظیمیں موجود تھیں وہاں شامل ہو سکتے تھے..... اس جماعت کی بنیاد جب امیر المؤمنین ملا عمر کی مشاورت اور رہنمائی سے رکھی گئی تو یہی کہا گیا تھا کہ یہاں مخلصین آئیں گے۔ کثرت مطلوب نہیں

ہوگی، اسی بنیاد پر بڑے فیصلے کرنا آسان ہوتے ہیں۔ مجاہدین پر فیصلہ نافذ کرنا آسان ہوتا ہے، جتھے داروں پر فیصلہ نافذ کرنا آسان نہیں ہوتا، اسی لئے ہمارے حکمران کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں اللہ رب العزت سے زیادہ اپنے جتھے داروں کی رضا مندی مطلوب ہوتی ہے۔ اللہ کی رضا مندی چاہنے والے اس جماعت میں آجائیں چاہے وہ چند ہی ہوں۔ خدام الاسلام وہ مجاہد چاہتی ہے جو جب ہاتھ اٹھائیں تو اللہ کی رحمت برسے، جب وہ کسی میدان میں اتریں تو اللہ کی غیرت وحمیت فرشتوں کی امداد پر مجبور ہو جائے، پیٹھ پھیرنے والوں کی، بھاگنے والوں کی کثرت نہیں چاہئے۔ ان مجاہدین کی کثرت نہیں چاہئے جو واسکٹ پہن کر مجاہد بن جاتے ہیں، ایک کلاشن ہاتھ میں آجائے تو اپنے آپ میں نہیں رہتے .....اس کو مجاہد نہیں کہتے۔

(مفتی جمیل خان شہیدؒ)

جھاد کیا ھے ؟

خدا تعالیٰ کے وفاداروں کا خدا تعالیٰ کے باغیوں سے محض خدا کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اس کی راہ میں انتہائی جانبازی اور سرفروشی کا نام جہاد ہے بشرطیکہ وہ جانبازی اور سرفروشی محض اس لئے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو اور اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو۔ ایسی جانبازی اور سرفروشی کو شریعت اسلام میں جہاد کہتے ہیں۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اگر مال مقصود ہو یا نام مطلوب ہو یا بالحاظ اسلام قوم و وطن مقصود ہو تو شریعت میں وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے، چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کبھی اظہار شجاعت کیلئے جنگ کرتا ہے اور کبھی قومی غیرت وحمیت کی بناء

پر اور کبھی دنیاوی نمود اور شہرت کیلئے ،ان میں سے کونسی جنگ جہاد فی سبیل کا مصداق ہے تو ارشاد فرمایا:

من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا فهوفی سبیل الله (بخاری ومسلم)

ترجمہ: جو شخص فقط اس لئے لڑے تا کہ اللہ ہی کا بول بالا رہے بس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب منعقد فرمایا۔**باب لایقال فلان شهید.** یعنی کسی کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شخص شہید مرا۔اس لئے کہ نیت اور خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں اور اس باب میں ایک واقعہ روایت کیا کہ کسی غزوہ میں نبی کریم ﷺ کا مشرکین سے مقابلہ ہوا تو قزمان نامی ایک شخص صحابہ کرام کے لشکر میں موجود تھا جو در پردہ منافق تھا اس نے اس لڑائی میں مشرکین کا خوب مقابلہ کیا اور کارنمایاں دکھلائے سہل بن سعد ساعدیؓ نے کہا یارسول اللہ!

ما اجزا منا الیوم احد کما اجزا فلاں.

آج ہم میں سے کسی نے اتنا کام نہیں کیا جتنا کہ فلاں نے کیا۔

آنحضرت ﷺ نے سن کر فرمایا:

اما انه من اهل النار.

آگاہ ہو جاؤ کہ وہ دوزخی ہے۔

بالآخر کافروں سے لڑتے لڑتے یہ شخص شدید زخمی ہوا اور زخموں کی تکلیف سے گھبرا کر خود کشی کر لی۔حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت یہ ہے کہ اس شخص نے اللہ کیلئے قتال نہیں کیا تھا بلکہ قوم کیلئے قومی حمیت کے جوش

میں قتال کیا تھا۔اس لئے ایسا شخص شہید نہیں کہلایا جا سکتا۔معلوم ہوا کہ جو شخص نبی کی حمایت میں کافروں سے بھی جنگ کرے مگر خدا کیلئے نہیں بلکہ قوم اور وطن کیلئے جنگ کرے تو ایسا شخص مجاہد اور شہید نہیں کہلایا جا سکتا چہ جائیکہ قومی اور وطنی بھائیوں کے ساتھ ہو کر اسلامی بھائیوں سے لڑنے کیلئے تیار ہو، حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ میدان قتال میں سب سے پہلے یہ شخص یعنی قزمان نکلا اور سب سے پہلے اس نے کافروں پر تیر چلایا اور للکار کر یہ کہا کہ اے آل اوس اپنے حسب ونسب یعنی قبیلہ اور قوم کی حفاظت کیلئے قتال کرو قتادہ بن النعمان صحابیؓ کا جب اس شخص پر گذر ہوا تو اس کی نازک حالت کو دیکھ کر یہ کہا:

اے قزمان! تجھکو شہادت مبارک ہو۔

قزمان نے یہ کلمہ سن کر جواب دیا۔

انی واللہ ماقاتلت علیٰ دین ماقاتلت الاعلی الحفاظ

خدا کی قسم میں نے دین اسلام کیلئے قتال نہیں کیا۔میں نے تو فقط قوم اور قبیلہ کی حفاظت کیلئے قتال کیا ہے۔

صاف مطلب یہ تھا کہ قوم اور وطن کیلئے جنگ کرنے اور اس راہ میں مارے جانے سے آدمی مجاہد اور شہید نہیں بنتا۔محض خدا کیلئے جو قتال خدا کے دشمنوں سے ہو اس میں مارے جانے سے شہید بنتا ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے خودکشی کر لی۔حضور ﷺ نے فرمایا **ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر** ۔تحقیق اللہ تعالیٰ کبھی کبھی مرد فاجر اور کافر کے ذریعہ سے بھی دین کو قوت پہنچا دیتے ہیں یہ روایت عمدۃ القاری باب **لایقال فلان** شہید میں مرکوز ہے۔

حق جلّ شانہ کا ارشاد ہے۔

وما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ ولیعلم المؤمنین ولیعلم الذین نافقو اوقیل لھم تعالوا قاتلوا فی سبیل اللہ اوادفعوا

اور جو کچھ تم کو مصیبت پہنچی جس دن دو جماعتوں یعنی کافروں اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا یعنی احد کے دن سو وہ اللہ کے حکم سے ہوا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ مؤمنین مخلصین اور منافقین ایک دوسرے سے متمیز اور جدا ہو جائیں اس لئے کہ مصیبت کے وقت میں اخلاص اور نفاق ظاہر ہو جاتا ہے اس دن منافقین سے یہ کہا گیا کہ آؤ خدا کی راہ میں خدا کیلئے قتال کرو اور اگر خدا کی راہ میں نہیں لڑتے تو قومی اور وطنی حمیت کیلئے اپنی قوم اور وطن اور مال اور اولاد کی حفاظت کیلئے دشمن کی مدافعت کرو۔

کیونکہ اگر دشمن کامیاب ہو گیا تو انتقام لینے میں مؤمنین اور منافقین کی تمیز نہ کرے گا اور عام مسلمانوں کی طرح تم کو بھی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ آیت رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں نے خدا کیلئے قتال کیا اور عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے جو قتال کیا تو محض قومی اور وطنی حمیت کی بنا پر دشمن کی مدافعت کی جس سے صاف معلوم ہوا کہ قوم اور وطن کیلئے دشمن کی مدافعت کرنے کا نام جہاد نہیں آیت شریفہ میں جو اوادفعوا کو قاتلوا فی سبیل اللہ کا قیم قرار دیا گیا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ کچھ مسلمان (جنگ بدر میں) مشرکین کی تعداد بڑھانے کیلئے اہل مکہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں نکلے اور بدر کی لڑائی میں یہ مسلمان جو کافروں کی فوج میں شریک تھے صحابہؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: ''تحقیق جن لوگوں کی فرشتوں نے روح قبض کی درانحالیکہ انھوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا تو فرشتوں نے ان سے بطور زجر وتوبیخ یہ کہا کہ تم کس حال میں تھے۔

(مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

☆.....☆.....☆

شہادت کیا ہے؟

(قرآن وحدیث میں بیان کیے گئے فضائل شہداء وشہادت کا عمدہ ترین، دلنشین اور جامع ومعطر خلاصہ)

ماخوذ از: جمال جمیلؒ (تذکرہ حضرت مفتی محمد جمیل خان شہید رحمہ اللہ)
بقلم: امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ

شہادت ایک خاص، مزیدار اور اونچی زندگی کا نام ہے.....ایسی زندگی جس کا ہم شعور نہیں رکھتے..... چنانچہ قرآن پاک کا اعلان ہے۔

(۱) شہید زندہ ہے.....(البقرۃ ۱۵۴، آل عمران ۱۶۹)

(۲) شہید کو مردہ مت کہو.....(البقرۃ ۱۵۴)

(۳) شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ملتی ہے.....(البقرۃ ۱۵۴)

(۴) شہید کو مردہ گمان مت کرو.....(آل عمران ۱۶۹)

(۵) شہید کے اعمال جاری رہتے ہیں.....(محمد ۴)

(۶) شہید جنت میں.....(محمد ۶)

(۷) شہید کیلئے جنت مہکا دی گئی.....(محمد ۶)

(۸) شہید بہت خوش ہے.....(آل عمران ۱۷۰)

(۹) شہید جشن مناتا ہے.....(آل عمران ۱۷۱)

(۱۰) شہید اپنے پیچھے والوں کا خوشی کے ساتھ انتظار کرتا ہے.....(آل عمران ۱۷۰)

(۱۱) شہید سچا ہے.....(الاحزاب ۲۳)

(۱۲) شہید نے اپنا عہد نباہ لیا.....(الاحزاب ۲۳)

(۱۳) شہید کی حالت کو اللہ تعالیٰ سنوارتا ہے.....(محمد ۵)

(۱۴) شہید کیلئے ہدایت خاصہ کی نعمت.....(محمد ۵)

(۱۵) شہید کیلئے نور ہے.....(الحدید ۱۹)

(۱۶) شہید کیلئے مغفرت ہے.....(آل عمران ۱۵۷)

(۱۷) شہید کیلئے رحمت ہے.....(آل عمران ۱۵۷)

(۱۸) شہید کیلئے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں.....(آل عمران ۱۷۱)

(۱۹) شہید کیلئے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے.....(آل عمران (۱۷۱)

(۲۰) شہید خوف اور غم سے بے پرواہ ہے.....(آل عمران ۱۷۰)

اس بیس نکاتی فہرست میں کوئی ''تکرار'' نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے شہید کو جو اونچے اعزازات اور فضائل عطا فرمائے ہیں ..... یہ بیس عنوانات ان اعزازات کو سمجھنے کا دروازہ ہیں.....اہل دل غور فرمائیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے صبح بھی شہادت مانگیں اور رات بھی شہادت .....اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بار بار شہادت مانگی اور اس کی تمنا فرمائی (صحیح البخاری) اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے شہید کیلئے ان اعزازات کا اعلان فرمایا:

(۱) شہید کو شہادت کا ایسا اعزاز دکھایا جائے گا کہ وہ جنت میں جا کر بھی دنیا میں واپس آنے اور دس بار شہید ہونے کی خواہش کرے گا (بخاری، مسلم، ترمذی)

(۲) قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (مسلم)

(۳) شہادت کی موت ساری دنیا کا مالک وحکمران بن جانے سے زیادہ افضل ہے (احمد، نسائی)

(۴) حضور پاک ﷺ کو فرشتے ساتھ لے گئے اور شہداء کا گھر دکھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اس سے بہترین اور خوبصورت گھر کبھی نہیں دیکھا۔ (بخاری)

(۵) شہید پر فرشتوں کا سایہ (بخاری، مسلم)

(۶) شہید کے جنت میں پر.....اور اس کی پروازیں (طبرانی)

(۷) شہید کو موت اور قتل کا درد نہیں ہوتا، مگر ایک چیونٹی کے کاٹنے جتنا (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

(۸) شہداء کی روحیں پرندوں میں (ترمذی)

(۹) شہید اپنے خاندان کے ستر افراد کی شفاعت کرے گا (ابوداؤد، صحیح ابن حبان)

(۱۰) شہید کے گناہ معاف (ابن حبان)

(۱۱) شہید جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو (ابن حبان)

(۱۲) شہید عذاب قبر سے محفوظ (البزاز، البیہقی)

(۱۳) شہید قیامت کے خوف سے محفوظ (البزاز، البیہقی)

(۱۴) شہید کیلئے کرامت کا خاص لباس (البزاز، البیہقی)

(۱۵) شہید کے سر پر وقار اور ہمیشگی کا تاج (البزاز، البیہقی)

(۱۶) شہید کیلئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی رفاقت۔ (البزاز، البیہقی)

(۱۷) شہید کیلئے عرش کے نیچے نور کا خاص منبر (البزاز، البیہقی)

(۱۸) شہید بلا حساب جنت میں (الطبرانی)

(۱۹) شہید کیلئے جنت کے اونچے بالا خانے (احمد)

(۲۰) شہید سے اللہ تعالیٰ ہنسے گا اور جسے یہ نعمت نصیب ہو اس کا کوئی حساب نہیں ہوتا..... (احمد، ابویعلیٰ)

(۲۱) شہید کو فرشتوں پر ترجیح دی جائیگی (الاصبہانی)

(۲۲) شہید کو اللہ تعالیٰ نے سخی قرار دیا (ابویعلیٰ، البیہقی)

(۲۳) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کی مغفرت (مسند احمد)

(۲۴) شہید کو گرتے ہی جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (مسند احمد)

(۲۵) بہتر حوروں سے شہید کی شادی کرائی جاتی ہے (مسند احمد)

(۲۶) شہید کیلئے یہ چھ فوری انعامات ☆ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی مغفرت کر دی جاتی ہے ☆ جنت کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے ☆ عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے ☆ الفزع الاکبر یعنی قیامت کے دن کے بڑے خوف سے امن دے دیا جاتا ہے ☆ اس کے سر پر وقار کا ایسا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ☆ بہتر حور عین سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے ☆ اپنے اقارب میں ۷۰ افراد کی شفاعت کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔

(الترمذی وقال حدیث صحیح غریب)

(۲۷) شہید کے خون کا قطرہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ (الترمذی)

(۲۸) شہید کے استقبال کیلئے حور عین زمین پر اترتی ہے (الطبرانی)

(۲۹) شہید کو اوپر لے جاتے وقت سو جنتی حلّے پہنائے جاتے ہیں (الطبرانی)

(۳۰) شہید کا خون ابھی خشک نہیں ہوتا کہ اس کی دو حور بیویاں ایسا لباس لے کر پہنچ جاتی

ہیں جو دنیا و مافیھا سے بہتر ہے (ابن ماجہ)

(۳۱) شہید کے اونچے مقام کو دوسرے لوگ قیامت کے دن گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے۔ (الترمذی)

(۳۲) شہداء کے لئے جنت کے دروازے کے پاس نہر کے کنارے ایک قبہ خضراء ہے جہاں صبح وشام ان کیلئے خصوصی رزق آتا ہے۔ (احمد، ابن حبان)

(۳۳) شہید کیلئے جنت میں فردوس اعلیٰ۔ (بخاری)

(۳۴) شہید کو جو زخم لگتا ہے وہ اس کیلئے قبر کے فتنے کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے۔ (سنن نسائی)

(۳۵) شہید کا چہرہ سفید، جسم خوشبودار.....اور روزی وافر..... (مستدرک حاکم)

(۳۶) شہید اللہ تعالیٰ کا محبوب۔ (الطبرانی)

(۳۷) شہداء اتنے خوش ہوتے ہیں کہ تمنا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہماری حالت کی خبر ہمارے پیچھے والوں تک پہنچا دیجئے۔ (ابوداؤد)

(۳۸) اللہ تعالیٰ شہداء سے راضی.....اور شہداء اللہ سے راضی..... (صحیح بخاری)

(۳۹) جب صور پھونکا جائے گا تو شہداء بے ہوش نہیں ہونگے۔ (مستدرک حاکم)

(۴۰) شہداء قیامت کے دن تلواریں اٹھائے اللہ تعالیٰ کے عرش کے اردگرد ہونگے۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ.....ان بے شمار فضائل میں سے چند کے عنوانات ہیں جو احادیث شریفہ میں وارد ہوئے ہیں.....ان سب کا خلاصہ سمجھنا ہو تو بس یہ ایک روایت کافی ہے.....حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نماز کیلئے تشریف لائے.....اس وقت حضور پاک ﷺ نماز ادا فرما رہے

تھے.....وہ صاحب جب صف میں پہنچے تو انہوں نے دعا مانگی.....**اللھم اتنی افضل ماتؤتی عبادک الصالحین.** اے میرے پروردگار مجھے وہ سب سے افضل چیز عطا فرمایئے جو آپ اپنے صالح بندوں کو عطا فرماتے ہیں.....آنحضرت ﷺ نے نماز مکمل فرما کر دریافت فرمایا.....ابھی وہ دعا کس نے مانگی تھی؟.....ان صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے.....آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تب تو تمہارے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹی جائیں گی اور تم شہید ہو گے

(ابن حبان، مستدرک، قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم)

دعاء کے الفاظ پر غور کیجئے..... یا اللہ آپ اپنے صالح بندوں کو جو نعمتیں عطا فرماتے ہیں .....ان نعمتوں میں سے جو سب سے افضل اور اونچی نعمت ہے.....وہ مجھے عطا فرمایئے.....اس پر آقا مدنی ﷺ نے تشریح فرما دی کہ.....وہ سب سے اونچی نعمت یہ ہے کہ تم بھی شہید ہو جاؤ .....اور تمہارا گھوڑا بھی مارا جائے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ.....ایک مسلمان کو دنیا میں جو سب سے بڑی نعمت مل سکتی ہے.....وہ..... شہادت کی نعمت ہے..... کیونکہ.....شہادت.....ایمان کے قبول ہونے کی گواہی ہے..... اعمال کے مقبول ہونے کی نشانی ہے..... یہ موت نہیں زندگی ہے.....اور یہ گناہوں کا کفارہ ہے.....اور اگلی منزلوں کی ترقی کا سامان ہے.....اور سب سے بڑھ کر یہ کہ..... یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا کھلم کھلا ثبوت ہے.....الغرض.....دنیا میں ایمان کے بعد.....ایک مومن کیلئے شہادت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے.....اور یہ ایسی نعمت ہے کہ جنت کی بے مثال نعمتیں پا کر بھی..... اس کا مزہ اور لذت انسان کو نہیں بھولے گی.....شہادت کے مزید فضائل دیکھنے ہوں تو ''کتب حدیث'' کا مطالعہ کیجئے.....ہم اس ''خلاصۂ شہادت'' کا اختتام اس نکتے پر کرتے ہیں کہ.....

شہید کو شہید اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے لئے جنت کی شہادت یعنی گواہی دے دی گئی ہے۔

(۲) شہادت بمعنیٰ حاضری .....اور شہید کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی روح جنت میں حاضر رہتی ہے..... کیونکہ وہ زندہ ہے۔

(۳) شہید بمعنیٰ قتیل .....یعنی ''مقتول'' اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جانے والا۔

(۴) شہادت بمعنیٰ حاضری.....شہید کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

(۵) شہادت کا معنی گواہی .....اور شہید کو اس لئے ''شہید'' کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے اس کی جان کو خرید لیا اور اس پر لازم کیا کہ وہ جان دے کر اپنا عہد پورا کرے تو شہید نے جان دے کر گواہی دے دی کہ اس نے یہ عہد پورا کر دیا ہے۔

(۶) شہادت کا معنی گواہی .....اور شہید کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کیلئے جنت کی گواہی دیتے ہیں۔

(۷) شہادت کا معنی حاضری.....اور شہید کو اس لئے شہید کہتے ہیں روح نکلتے وقت اس کا اجر اور مقام اس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے۔

(۸) شہادت کا معنی حاضری.....اور شہید کو اس لئے شہید کہتے ہیں کہ رحمت کے فرشتے اس کی روح لینے کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔

(۹) شہادت کا معنی گواہی .....اور شہید کو اس لئے شہید کہتے ہیں کہ اس کے پاس ایک شاہد (گواہ) ہے اور وہ ہے اس کا ''خون'' کیونکہ قیامت کے دن جب شہید اٹھے گا تو اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔

☆.....☆.....☆

چہل احادیثِ جہاد

جهاد قیامت تک جاری رهے گا

(۱) حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، اسکی حفاظت کیلئے مسلمانوں کی ایک جماعت لڑتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ (مسلم)

حضور ﷺ کی تمناء شهادت

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ایسے مسلمان لوگ نہ ہوتے جنہیں میرے بعد گھروں میں رہ کر پیچھے رہنا گوارا نہ ہو اور نہ ہی میرے پاس اتنی وسعت ہے کہ انہیں ساتھ لے جاؤں (اگر یہ مجبوری نہ ہوتی) تو میں خود کسی بھی سریہ سے جو اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں پیچھے نہ رہتا۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں لڑوں اور شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ (بخاری و مسلم)

الله کی ضمانت

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس

بات کی ضمانت دی ہے کہ جو شخص اس کی راہ میں نکلے گا سوائے ایمان کے اور میرے رسولوں کی تصدیق کے اور کوئی غرض اس کی نہ ہو تو اس کو اجر و ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ جہاد سے واپس لوٹاؤں گا یا پھر اسکو (شہید ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

شہید کا ٹھکانہ

(۴) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! اگر میں جہاد کرتے ہوئے مارا جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا جنت میں، یہ سن کر اس صحابیؓ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کھجوریں پھینک دیں پھر لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ (بخاری و مسلم)

شہادت کی موت

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شہید کو قتل ہونے کی صرف اتنی معمولی سی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ (ترمذی و نسائی)

جہاد میں زخمی ہونے کا ثواب

(۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اللہ کی راہ میں زخم آیا یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو اسکی راہ میں زخم آیا ہے وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا۔ رنگ اس کا خون کا ہوگا لیکن خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

مجاهد اور اس کا مقتول جهنم میں جمع نهیں هو سکتے

(۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کافر اور اس کا قاتل (مجاہد) کبھی بھی جہنم میں جمع نہیں ہونگے۔ (مسلم)

جهادی گھوڑے کی فضیلت

(۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان اور اس کے وعدوں کو سچا سمجھتے ہوئے جہاد کیلئے گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کی خوراک، پانی، لید اور بول قیامت کے دن اس شخص کے نامہ اعمال میں تولا جائے گا۔ (بخاری)

جهاد فی سبیل الله

(۹) حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ایک شخص مال غنیمت کیلئے لڑتا ہے، ایک شخص اپنی شہرت کیلئے لڑتا ہے اور ایک شخص اپنا مقام و مرتبہ دکھانے کیلئے لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑا ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس نے اس نیت سے جہاد کیا تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہ اللہ کی راہ میں لڑا ہے۔ (بخاری و مسلم)

مجاهد کی نصرت کرنا

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں لڑنے والے غازی کو اس کا اپنا اجر ملے گا اور جس نے کسی غازی کو تیار کیا اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور اس غازی کا اجر بھی ملے گا۔ (ابوداؤد)

اللہ کی راہ میں پہرہ دینا

(۱۱) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری۔ (ترمذی)

(۱۲) حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ایک دن رات کا رباط، یعنی اسلامی سرحدات کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزوں اور راتوں کے تہجد سے بہتر ہے اور جو شخص اس کام کے دوران مر جائے تو (قیامت تک) اس کے تمام نیک عمل جو وہ کیا کرتا تھا برابر اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے رہیں گے اور اس کا رزق اللہ کی طرف سے جاری کر دیا جائیگا اور وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم)

(۱۳) ایک دن پہرہ دینا ان ہزار دنوں سے بہتر ہے جو اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر گزارے ہوں۔ (ترمذی، نسائی)

دشمن سے لڑائی کی تمنا کی ممانعت

(۱۴) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کی تمنا نہ کرو البتہ اگر جنگ ہوگئی تو پھر صبر کے ساتھ ثابت قدم رہو۔ (مسلم)

غزوۂ ہند

(۱۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم (مسلمانوں) سے ہندوستان کے جہاد کا وعدہ فرمایا ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اگر میں نے اپنی زندگی میں اس کو پالیا تو میں اپنی جان و مال اس میں خرچ کروں گا پھر اگر میں اس میں قتل کر دیا گیا تو افضل

ترین شہداء میں شامل ہو جاؤں گا اور اگر زندہ لوٹا تو میں (جہنم سے) آزاد ابو ہریرہؓ ہوں گا۔ (نسائی)

بہترین حالت

(۱۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کیلئے زندگی کی بہترین حالت میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اس پر سوار اڑا جا رہا ہو جب بھی (دشمن کی) ڈراؤنی آواز یا کسی (مظلوم کی) پکار سنے قتل اور موت کے مواقع ڈھونڈتا ہوا اڑ کر وہاں جا پہنچے۔ (مسلم)

جہاد میں تھوڑا سا وقت لگانا

(۱۷) حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک صبح شام کا نکلنا ساری دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا گھر کی ساٹھ برس کی نمازوں سے بہتر ہے۔ (مسند احمد)

جنگی حکمت عملی

(۱۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنگ حیلہ و تدبیر کا نام ہے۔ (بخاری و مسلم)

گناہوں کا کفارہ

(۱۹) عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے راستے میں قتل ہونا ہر گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے سوائے قرض کے۔ (مسلم)

(۲۰) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کے ساتھ جہاد کرو اپنے مالوں اور جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعے۔ (ابوداؤد، نسائی، دارمی)

جهاد کے بغیر موت

(۲۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ اس پر جہاد کا کوئی اثر (علامت وغیرہ) نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس میں خلل اور نقصان ہوگا۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

افضل ترین عمل

(۲۲) حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ (بخاری و مسلم)

مجاهد کے درجات

(۲۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کیلئے تیار کر رکھا ہے۔ اور دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ (بخاری)

تھوڑا عمل ، بڑا اجر

(۲۴) حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا جو اسلحہ سے لیس تھا کہنے لگا، اے اللہ کے رسولؐ! میں قتال کروں یا اسلام قبول کروں؟ آپؐ نے

فرمایا پہلے اسلام لاؤ پھر قتال کرو، وہ شخص اسلام لایا اور قتال میں شریک ہو گیا پھر وہ شہید ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے عمل بہت تھوڑا سا کیا اور اجر بہت زیادہ کما لیا۔ (بخاری و مسلم)

یہودیوں سے جنگ کی پیشین گوئی

(۲۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک تم یہود سے قتال نہ کر لو گے یہاں تک کہ پتھر کہے گا جس کے پیچھے یہودی چھپا ہو گا کہ اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کر ڈال۔ (مشارق الانوار)

جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں

(۲۶) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو جہاد کے برابر ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا (جو جہاد کے برابر ہو) پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس کی استطاعت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کیلئے نکلے تو تم اپنی مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دو اور اس میں تمہیں سستی اور کاہلی نہ ہو اور روزے رکھنے لگو اور کسی دن روزہ نہ چھوڑو، اس شخص نے عرض کیا کہ اتنی استطاعت کسے ہو سکتی ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد کا گھوڑا (گھاس چرتے ہوئے) لمبائی چلتا ہے تو اس پر بھی مجاہد کیلئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح البخاری)

شہید کا محل

(۲۷) حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں

نے اس رات کو (معراج کی رات) دو آدمی دیکھے جو میرے پاس آئے، پھر مجھے لیکر درخت پر چڑھے، پھر انہوں نے مجھے ایک ایسے مکان میں داخل کیا جو بہت ہی خوبصورت اور بہترین تھا، اس جیسا خوبصورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا، ان دونوں نے کہا یہ مکان شہیدوں کا گھر ہے۔ (صحیح البخاری)

فردوس اعلیٰ میں

(۲۸) حضرت انسؓ بن مالک نے بیان فرمایا کہ ام الربیع بنت براء رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا آپ مجھے حارثہؓ کے متعلق کچھ نہیں بتائیں گے۔ (کہ اللہ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا) حارثہؓ بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے اور انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیر لگا تھا) اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کرلوں اور اگر کہیں اور ہیں تو پھر میں اس کیلئے خوب روؤں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''اے حارثہؓ کی ماں! جنت میں تو بہت درجے ہیں اور تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں ہے۔'' (صحیح البخاری)

دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی تمنا

(۲۹) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں جانے کے بعد دنیا میں لوٹ آنا پسند کرے۔ اگرچہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے کہ اس کی تمنا ہوگی کہ وہ دنیا میں واپس جا کر دسیوں مرتبہ دوبارہ قتل ہو بوجہ اس عمل کی کرامت کے جو وہ دیکھ چکا ہوگا۔ (صحیح البخاری)

جنت کوندتی اور چمکتی ہوئی تلواروں

کے سائے میں

(۳۰) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا یقین جانو جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ (صحیح البخاری) (چمکتی اور کوندتی تلواروں کا ترجمہ امام بخاری کے باب سے لیا گیا ہے۔ (مرتب)

مجاھد کا روزہ

(۳۱) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک روزہ بھی رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے ستر سال جہنم سے دور کر دے گا۔ (صحیح البخاری)

جنت کے ہر دروازے سے بلاوا

(۳۲) حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''جس شخص نے اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک جوڑا (کسی بھی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنت کے داروغہ بلائیں گے اور جنت کے ہر دروازے کا داروغہ (کہے گا) اے فلاں اس دروازے سے داخل ہو جایئے'' (اس پر) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ''اے اللہ کے رسولؐ پھر تو اس شخص کو کوئی خوف نہیں ہو گا'' تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہونگے''۔ (صحیح البخاری)

جھاد میں جاسوسی کی فضیلت

(۳۳) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دشمن کی خبر میرے پاس کون لائے گا؟ حضرت زبیرؓ نے فرمایا ''میں'' حضور ﷺ نے پھر پوچھا کہ میرے پاس

دشمن کی خبر کون لائے گا؟ حضرت زبیرؓ نے فرمایا ''میں'' تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیرؓ بن العوام ہیں۔ (صحیح البخاری)

حضور ﷺ کا ورثہ

(۳۴) حضرت عمروؓ بن حارث سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ورثے میں سوائے اپنے سفید خچر، اپنے اسلحہ اور اس زمین کے، جو صدقہ کر دی تھی، اور کچھ نہیں چھوڑا۔ (صحیح البخاری)

مجاہد کیلئے بشارت

(۳۵) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہلاک ہوا دینار کا غلام اور رنگین چادر کا غلام، اگر اسے کچھ دیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور اگر نہیں دیا جاتا تو ناراض ہوتا ہے۔ ایسا شخص ہلاک اور برباد ہوا۔ اگر اسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے (یعنی کوئی نکالنے والا نہ ہو) اور خوشخبری (بشارت) ہو اس بندے کیلئے جو اللہ کے راستے میں (جہاد کیلئے) اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے اس کا سر پراگندہ ہے اور پاؤں غبار آلود ہیں اگر وہ پہرے پر ہو (یعنی اسے دشمن کے سامنے متعین کیا گیا ہو) تو اس کا حق ادا کرے اور اگر پیچھے ہو (یعنی اسے لشکر کے پچھلے حصے پر دیکھ بھال کیلئے مقرر کیا گیا ہو) تو اس کا حق ادا کرے (حالانکہ اس کی دنیاوی حالت یہ ہے کہ) اگر وہ کسی سے (ملاقات وغیرہ کی) اجازت چاہے تو نہ ملے اور اگر وہ سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔ (صحیح البخاری)

تیر برساؤ اے سعد میرے ماں باپ آپ پر قربان

(۳۶) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ کے سوا میں نے

کسی کے متعلق نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ نے اس پر فدا ہونے کو کہا ہو۔ میں نے سنا کہ آپ ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے فرما رہے تھے تیر برساؤ اے سعد تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (صحیح البخاری)

(۳۷) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری روزی میرے نیزے کے نیچے رکھ دی گئی ہے اور ذلت و پستی ان لوگوں پر مسلط کر دی گئی ہے جو میرے دین کی مخالفت کریں۔ (بخاری)

شہادت کی سچی تمنا

(۳۸) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو سچے دل سے شہادت مانگے گا اسے عطا کر دی جائیگی اگر چہ (ظاہراً) وہ اسے نہ پا سکے۔ (مسلم)

منافقت کی موت

(۳۹) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ جہاد کا شوق اس کے دل میں پیدا ہوا تو وہ نفاق کے ایک درجے پر مرا۔ (مسلم)

امیر کی اطاعت

(۴۰) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (مسلم)

☆☆☆

مولانا محمد سعید الرحمٰن صاحب
امیر المجاہدین حضرت
کی تصنیف فرمودہ آیات جہاد کی اوّلین مستقل تفسیر آن لائن دیکھیے
www.fathuljawwad.com
دیگر کتب اور تقاریر بھی انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیجیے
www.rangonoor.com
آپکا ہر دلعزیز ہفت روزہ "القلم" اب نئے اور خوبصورت انداز میں
www.alqalamonline.com
بچوں کا مقبول عام ماہنامہ "مسلمان بچے" پڑھیے
www.musalmanbachay.com
عزت مآب حیادار بہنوں اور بیٹیوں کیلئے ماہنامہ "بنات عائشہ" ملاحظہ کیجیے
www.banateayesha.com
دیندار صالح بچوں اور بچیوں کے شرعی طریقے پر نکاح کیلئے
www.ihyaesunnat.com
ہر دلعزیز کالم "رنگ و نور" اور مرکز عثمانؓ و علیؓ کا خطبۂ جمعہ آن لائن سنئے
www.rangonoor.com www.alqalamonline.com
مؤثر انداز میں دعوتِ جہاد اور جماعتی سرگرمیوں سے آگاہی کے لیے دیکھئے
www.sadaemujahid.com